

ہماری اولادیں نافرمان کیوں؟



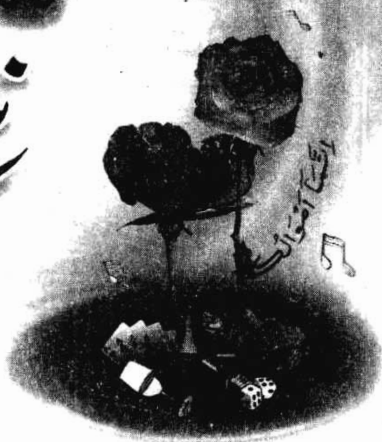


تدوین: الشیخ ابو یاسر
نظر ثانی: مولانا عبدالغفار محمدی حفظہ اللہ


ہماری
اولادیں
نافرمان کیوں؟



ہماری اولادیں نافرمان کیوں؟



جمع و تدوین: الشیخ ابو یاسر

نظر ثانی: مولانا عبدالغفار محمدی حفظہ اللہ



نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

7321865

E-Mail: nomania2000@hotmail.com



نام کتاب

ہماری اولادیں نافرمان کیوں؟

جمع و تدوین	الشیخ ابو یاسر
نظر ثانی	مولانا عبد الغفار محمدی حفظہ اللہ
تزئین و کمپوزنگ	عبد القدوس
تاریخ اشاعت	جنوری ۲۰۰۷ء
مطبع	ایس ٹی این پرنٹرز لاہور
ناشر	نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

NOMANI KUTAB KHANA
Haq Street Urdu Bazar, Lahore-Pakistan Tel: 7321865
E-Mail: nomania2000@hotmail.com



شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

فہرست

ہر انسان کو نیک اولاد کی خواہش

ہم اپنے بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

بیٹی کو بے پردہ رکھنے کا نتیجہ

بچے کی پیدائش سے بلوغت تک کے ضروری مسائل

ہماری نسل کی تباہی کے مزید ذرائع

والدین اولاد کی نیک صلاحیت پر خوش ہوں

چند مثالی بچے

اولاد کی تربیت نہ کرنے کا خوفناک انجام



ہر انسان کو نیک اولاد کی خواہش

تمام لوگ جانتے ہیں کہ اولاد بہت بڑی اور عظیم نعمت ہے اس لیے ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ میری اولاد ہو اس اولاد کی خاطر انسان شادی کرتا ہے اور شادی پر آنے والے بھاری اخراجات کا بوجھ اٹھاتا ہے چاہے اسے سخت محنت کر کے رقم اکٹھی کرنی پڑے۔ اولاد چاہے بچے ہوں یا بچیاں بہر حال انسان کی خواہش ہوتی ہے اگر کسی کو بیٹا مل گیا بیٹی نہیں ہے تو وہ اللہ سے بیٹی کا سوال کرتا ہے۔ اس طرح اگر کسی کو بیٹی مل گئی بیٹا نہ ہو تو بیٹے کے لیے دعا کرتا ہے جن انبیاء کو اولاد نہ ملی وہ بھی اللہ سے اولاد کے لیے دعا کرتے رہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ان لفظوں میں دعا کی:

﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ (الصافات: ۱۰۰)

''اے میرے رب مجھے نیک اولاد عطا فرما۔''

اور حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں قرآن نے ذکر کیا کہ انھوں نے اللہ سے ان لفظوں سے دعا کی:

﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ﴾ (آل عمران: ۳۸)

''اے میرے رب مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ (نیک) اولاد عطا فرمادے۔''

انسان کو اپنی اولاد اور اپنی اولاد کی اولاد بھی پیاری ہوتی ہے انسان اولاد کے

صدمے کو برداشت نہیں کرسکتا چاہے وہ اللہ کا نبی ہی کیوں نہ ہو اولاد کے دکھ پر انسان ایک دفعہ ضرور ہل جاتا ہے۔ دیکھیے نبی کریم ﷺ کو اپنی اولاد کا اور اپنی اولاد کی اولاد کا کیسے دکھ ہوا تھا؟

اپنے نواسے کی وفات پر آنسو:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی بیٹی زینب نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے پر آخری وقت آن پہنچا ہے آپ تشریف لے آئیں تو آپ ﷺ نے بیٹی کی طرف سلام کے ساتھ ساتھ یہ پیغام بھیجا کہ اللہ ہی کی تھی وہ چیز جو اس نے لے لی اور اس کی ہوتی ہے وہ چیز جو دے دے اور اللہ کے ہاں ہر چیز کا (موت کا) وقت مقرر ہے زینب کو صبر کرنا چاہیے اور (بچے کی وفات پر) ثواب کی امید کرنی چاہیے پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ کو پیغام بھیجا کہ آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہوں آپ ضرور تشریف لائیں:

آپ کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور کچھ اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

جب بچے کو آپ کے پاس لایا گیا تو اس کو آپ نے اپنی گود میں بٹھایا اور اس کی جان حرکت کر رہی تھی (یعنی نزع کی حالت طاری تھی یہ دیکھ کر) آپ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے حضرت سعد نے پوچھا کہ یہ رونا کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ رحمت ہے جس کو اللہ نے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے ان پر رحم کرتا ہے جو رحم کرنے والے ہوتے ہیں؟

نبی ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی وفات:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ (ایک دن آئے اور) فرمایا کہ آج رات میرا بیٹا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا ہے

پھر آپ ﷺ نے وہ بچہ ایک لوہار ابو سیف نامی کی بیوی کو (تربیت کے لیے) دے دیا ایک دفعہ آپ ﷺ ابو سیف کے پاس جارہے تھے اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلا گیا جب ہم ابو سیف کے پاس پہنچے تو وہ بھٹی میں پھونک رہا تھا (یعنی آگ جلا کر کوئی چیز بنا رہا تھا) اور گھر دھویں سے بھر چکا تھا تو میں آپ سے پہلے ابو سیف کے پاس گیا میں نے جا کر کہا ابو سیف رک جا نبی ﷺ تشریف لائے ہیں وہ رک گیا (ابراہیم بیمار تھا اس کا آخری وقت تھا) آپ ﷺ نے ابراہیم کو منگوایا اور اس کو اپنے سینے سے لگایا اور (پیار و محبت بھری) آپ ﷺ نے کچھ باتیں بھی کیں میں نے دیکھا کہ ابراہیم کی جان نبی ﷺ کے سامنے نکل رہی تھی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ آنکھ تو آنسو بہا رہی ہے اور دل غم سے بھرا ہوا ہے ہم لیکن ہم (ابراہیم رضی اللہ عنہ کے متعلق اللہ سے) کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جس پر رب ناراض ہو جائے (یعنی ابراہیم کی موت پر اللہ کی رضا پر راضی ہیں)

مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمة الصبیان، باب: ۱٤

ہر نیک و بد عقلمند و بے عقل اللہ سے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے اولاد عطا فرمادے یہ اور بات ہے کہ موحد اور نیک لوگ اللہ تعالیٰ سے اولاد مانگتے ہیں اور نیک اولاد کا سوال کرتے ہیں جب کہ مشرک و بے دین لوگ ڈائرکٹ اللہ سے مانگنے کی بجائے کسی بزرگ کے وسیلے سے اولاد مانگتے ہیں اور انھیں نیک یا بد اولاد سے کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف اولاد کا ہی سوال کرتے ہیں جبکہ نیک لوگ نیک اولاد کا ہی سوال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اولاد پیدا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾

(البقرة:۱۸۷)

"اب تم عورتوں سے مباشرت کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو تمھارے لیے (اولاد) لکھ دی ہے اسے تلاش کرو۔"

اور نبی کریم ﷺ نے اولاد پیدا کرنے والی عورتوں سے شادی کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

«تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمْ»

(ابوداؤد، کتاب النکاح باب النهی عن تزویج......رقم......)

"تم محبت کرنے والی اور اولاد جننے والی عورت سے شادی کیا کرو کیونکہ میں (قیامت کے دن) تمہارے ذریعے امت بڑھانے والا ہوں گا۔"

معلوم ہوا کہ اولاد کا شوق انسانی فطرت میں بھی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کا بھی حکم ہے کہ اولاد پیدا کی جائے۔

لیکن یہ یاد رکھیں کہ صرف اولاد جن لینا مقصد نہیں ہے کہ انسان اولاد جن لے تو معاملہ درست ہو گیا اور مقصد مکمل ہو گیا بلکہ اصل مقصد نیک اولاد ہے ورنہ کسی انسان کے کتنے بیٹے اور بیٹیاں ہوتی ہیں لیکن وہ اولاد جن کر پریشان ہوتا ہے اولاد اس کا خیال نہیں کرتی اولاد اس کی بات نہیں مانتی بسا اوقات باپ خودکشی کرنے پر تل جاتا ہے یا وہ گھر سے نکل جاتا ہے۔

اس لئے اولاد کو جن لینے کے بعد اس کی نیک تربیت کرنے سے ہی انسان کے لئے خوشی کا سامان مہیا ہو سکتا ہے اولاد تو جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں کی بھی ہوتی ہے انسان کی اولاد اور جانوروں کی اولاد (میں امتیاز والی چیز اولاد کا فرمانبردار اور نیک ہونا ہے۔

ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ نیک اولاد سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے اور بری اولاد سے بڑھ کر کوئی نحوست اور عذاب نہیں ہے اس لئے ہمیں اولاد جننے کی خواہش کے

ساتھ ساتھ یہ دلی تمنا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ نیک اولاد عطا فرمادے اس لئے اللہ کے انبیاء نے نیک اولاد مانگی تھی اور آج کا عقلمند انسان بھی اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کا سوال کرتا ہے۔

یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ اولاد نیک تب ہوتی جب اسلامی طریقے پر خود عمل کریں اور اولاد کو پیار سے محبت سے اور بعض اوقات ڈانٹ ڈپٹ سے اسلامی طریقوں پر چلانے کی پوری کوشش کی جائے کیونکہ نیک اولاد دنیا میں انسان کے کام آتی ہے اور قبر اور آخرت میں بھی انسان کے کام آتی ہے۔ انسان مر جاتا ہے لیکن اس کے مرجانے کے بعد جب اولاد نیک کام کرتی ہے تو اس کو قبر میں بھی فائدہ ہوتا ہے اور قیامت کے دن اولاد کے نیک عمل کرنے کی وجہ سے ماں باپ کو اعلیٰ درجات بھی ملیں گے۔

انسان کوشش کرتا ہے کہ اس کی اولاد اچھی تعلیم حاصل کرے نوکریاں حاصل کرے یا کسی فن اور ہنر کی ماہر ہو جس طرح انسان کو یہ بات اچھی لگتی ہے اسی طرح اس کو یہ بھی کوشش کرنی چاہیے کہ اس کی اولاد جھوٹی کہانیاں اور ڈائجسٹ ، ناول نہ پڑھے بلکہ قرآن و حدیث اور اسلامی کتب کا مطالعہ کرے نیک اعمال کرے اگر کسی نے اپنی اولاد کو دنیاوی اعلیٰ تعلیم تو دلوائی لیکن دینی تعلیم سے اور نیک اعمال کرنے سے غافل رکھا تو وہ دنیاوی اعتبار سے اعلیٰ ترین انسان تو بن سکتا ہے اور مالدار اور بنگلوں کوٹھیوں کا مالک تو بن سکتا ہے لیکن والدین کے مرجانے کے بعد ان کے لیے یہ دعا نہیں کرسکتا:

﴿رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ﴾

''اے اللہ مجھے اور میرے والدین کو بخش دے۔''

لیکن اگر کوئی انسان اولاد کو نیک تربیت دیتا ہے دینی مسائل کی تعلیم دیتا ہے قرآن وحدیث پڑھاتا ہے تو اگر وہ مالدار نہ بن سکے گا بنگلے اور گاڑیاں نہیں خرید سکے گا تو کم از کم وہ اتنا تو ضرور کرے گا کہ وہ حتی الوسع دینی مسائل پر عمل پیرا ہوگا اور ماں باپ کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے درجات کی بلندی اور جہنم سے ان کی نجات کی دعائیں کرتا رہے گا۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کی دعا کریں اور خود بھی دین پر عمل کریں اور اولاد کو بھی دین پر چلنے کی تلقین اور تربیت کریں ہم اپنی اولاد کو نیک بنانے کی کوشش کریں گے تو ہماری اولاد نیک ہوگی اور اس کا ہمیں بڑا اجر ملے گا اور دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں فائدہ اٹھائیں گے۔

لیکن اگر ہم اولاد کو نیکی کی تلقین نہیں کریں گے تو اولاد بری ہوگی اور اس کے برے ہونے کا نقصان ہم دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں اٹھائیں گے اگر دنیا میں نہیں تو آخرت کا نقصان یقینی ہے۔

اگر ہم نے اولاد کو نیک بنانے کی کوشش تو کی لیکن اولاد نیک نہ بن سکی تب بھی آخرت میں اس کا ہمیں ضرور فائدہ ہوگا اور ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں بری ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نیک نیتوں کی قدر کرتا ہے۔

اولاد کی اچھی تربیت کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تلقین:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾

(التحریم: ٦)

”اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال (بیوی بچوں) کو بھی جہنم سے بچالو۔“

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

« كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ »

بخاری، کتاب النکاح، باب قوا انفسکم و اھلیکم نارًا، رقم......

''تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا۔''

یعنی انسان سے جیسے اس کی اپنی ذات کے متعلق قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا کیا اور کیا نہ کیا اس طرح اس کے بیوی بچوں اور ماتحتوں کے متعلق بھی پوچھا جائے گا کہ کہاں تک ان کو دین پر چلایا تھا؟۔

اس حدیث میں گھر کے سربراہ کو کہا جا رہا ہے کہ اپنی اولاد اور ماتحتوں کی اچھی تربیت کرتا رہ ورنہ تیری اولاد تیرے لیے عذاب بن جائے گی اور تیری نیکیوں کے باوجود اولاد کی برائیوں کی وجہ سے اللہ کے عذاب کا مستحق بن جائے گا۔

اولاد کی تربیت کے لیے نبوی احکامات:

رسول کریم ﷺ کی شریعت میں سب سے اہم امور توحید باری تعالیٰ اور نماز ہیں۔ نبی ﷺ نے ان دونوں کی پابندی کا حکم دیا ہے۔

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے میں تجھے چند چیزوں کی تعلیم دیتا ہوں:

① « اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ »

''اللہ (کے دین) کی حفاظت کرتے رہو تو اللہ بھی تمھاری حفاظت فرمائے گا اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو، (مشکل گھڑی میں مدد کے لیے) اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔''

② « اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ »

''جب مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنا۔''

۴ ﴿ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ﴾

''جب (مشکل گھڑی میں) مدد مانگنی ہو تو مدد اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنا۔''

پھر فرمایا کہ اگر تمام لوگ تمھیں نفع دینے کے لیے جمع ہو جائیں تو تمھیں وہی نفع پہنچا سکیں گے جو اللہ نے تمھاری تقدیر میں لکھ دیا ہوگا۔

اسی طرح اگر تمام لوگ تمھیں نقصان پہنچانے کے لیے متفق ہو جائیں تو تمھیں وہی نقصان پہنچا سکیں گے جو اللہ نے تمھارے مقدر میں لکھ دیا ہوگا۔

﴿ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَ جَفَّتِ الصُّحُفُ ﴾

''(مقدر لکھنے والی) قلمیں اٹھا لی گئی ہیں (یعنی اب مزید مقدر میں کچھ نہیں لکھا جا سکتا) اور (تقدیر والے) صحیفے خشک ہو چکے ہیں (کہ مقدر کو مٹایا نہیں جا سکتا)۔'' ترمذی، كتاب صفة القيامة، رقم: ۲۶۳۵

اس حدیث میں آپ ﷺ نے کم سن بچے کو توحید کی تعلیم دی ہے کیونکہ توحید تمام نیکیوں کی بنیاد اور اصل ہے اور شرک تمام برائیوں کی بنیاد اور اصل ہے اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو نیکی کی تعلیم دیتے وقت توحید کا درس ضرور دیں۔

2 رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعٍ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرٍ وَ فَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ ﴾ (مسند احمد: ۱۸۷/۲)

''اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دینا شروع کرو اور جب دس برس کے ہو جائیں (اور نماز نہ پڑھیں) تو انھیں (تربیت کی غرض سے) مارو اور جب بچے دس برس کے ہو جائیں تو ان کو الگ بستروں

میں سلایا کرو (کہیں شیطانی حرکات پر آمادہ نہ ہو جائیں)۔"

③ امام بخاری ؒ نے بیان کیا ہے کہ صدقہ کی کھجوروں کا مسجد نبوی میں ڈھیر لگا ہوا تھا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک کھجور کا دانہ اٹھا کر منہ میں لے لیا اور آپ ﷺ نے دیکھ لیا تو آپ ﷺ نے دور سے فرمایا کہ کھجور کو منہ سے نکال دو، نکال دو کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ صدقے کا مال ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔بخاری کتاب......

نبی رحمت ﷺ کو حضرت حسن اور حسین سے بہت محبت تھی لیکن حرام لقمہ کھانا آپ ﷺ نے برداشت نہیں کیا افسوس ہے کہ آج ہمیں اولاد سے ایسی محبت ہے کہ بچہ کے جی میں جو آئے کرتا پھرے اور کھانا جیسا چاہے کھاتا پھرے ہم اسے نہیں روکتے لیکنجب وہ بڑا ہوتا ہے تو اس پر ہماری سستی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور ہم پریشان ہوتے ہیں۔لیکن تیر کمان سے نکل چکا ہوتا ہے سمجھدار لوگوں کا کہنا ہے کہ اپنے بچوں کو سونے کے نوالے کھلاؤ لیکن اسے شیر کی آنکھ سے دیکھو۔یعنی اگر وہ غلط کام کرے تو اس پر غصہ کرو۔بچے کی تربیت میں تھوڑی سی سستی کے نتائج انتہائی خطرناک ہو سکتے ہیں۔ایک واقعہ نوٹ فرمائیں

انڈے کا چور قاتل بن گیا:

بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ مسلمان اور اللہ کا فرمانبردار پیدا ہوتا ہے لیکن وہ ہماری سستی کی وجہ سے بدعمل اور برا بن جاتا ہے۔رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ »

"ہر بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا

مجوسی (وغیرہ مذہب کے عامل) بنا دیتے ہیں۔"

بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصّبیّ ......رقم......

یہودی نے اپنے بچے کو مسلمان ہونے کی اجازت دی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی بچہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار پڑ گیا تو آپ ﷺ اس کی بیمار پرسی کرنے گئے (اس پر موت کے آثار نظر آئے تو) آپ ﷺ نے اسے فرمایا (بیٹا) مسلمان ہو جا بچے کا باپ ساتھ ہی بیٹھا (تورات پڑھ رہا) تھا بچے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا (کہ مجھے باپ اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟)

اس کے والد نے اسے کہا:

" اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ "

"محمد ﷺ کی بات مان لو، (اور کلمہ پڑھ لو)۔"

بچہ مسلمان ہو گیا تو آپ ﷺ یہودی کے گھر سے یہ کہتے ہوئے باہر آئے:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ »

"تمام تعریفوں کا مستحق وہ اللہ ہے جس نے بچے کو (اسلام کی دولت سے سرفراز فرما کر) جہنم سے بچا لیا۔"

(بخاری کتاب الجنائز، باب اِذَا اَسْلَمَ الصَّبِیُّ فَمَاتَ...... رقم:۱۳۵۶)

فائدہ= یہودی تورات جانتا تھا اس میں آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق موجود تھی اس لیے اس نے اپنے بیٹے کو مسلمان ہونے کی اجازت دی تھی۔ اس واقعہ سے نبی ﷺ کے جذبہ تبلیغ کا پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ میں دین کی دعوت دینے کی کتنی تڑپ تھی؟

اگر بچہ خلاف شرع کام کرتا ہے تو اسے سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو اسے مناسب

سزا دی جائے سزا دینے سے بھی اگر بچہ ٹھیک ہو جائے تو یہ بچے کے لیے اور والدین کے لیے اچھا ہے کیونکہ بہر حال دنیاوی سزا آخرت کے عذاب سے بہتر ہے۔

نیک اولاد کے فائدے:

اولاد کو دین کی تعلیم اور تربیت دی جائے اگر اولاد نیک بن جائے تو یہ اولاد اور ماں باپ اور اس کے بہن بھائیوں کے لیے خصوصاً اور دوسرے رشتہ داروں اور معاشرے کے لیے عموماً اچھا ہے اگر اولاد بری ہو جائے تو پورے معاشرے کا دردسر بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نیک لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ دعا کرتے ہیں:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ (الفرقان: ۷۴)

"اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہماری بیویوں اور ہماری اولادوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما دے اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔"

اگر اولاد نیک ہو تب وہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور جنت کے درجات کی بلندی کا سامان بن جاتی ہے اگر اولاد بری ہو تو وہ دل جلانے کا سامان بن جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اَنّٰى لِيْ فَيُقَالُ بِاِسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ »

"جنت میں انسان کا درجہ بلند ہو جاتا ہے وہ پوچھتا ہے کہ یہ درجہ مجھے

کہاں سے ملا ہے؟ تو اسے جواب دیا جاتا ہے کہ تیری اولاد کی تیرے لئے بخشش کی دعا کی وجہ سے یہ درجہ بلند ہوا ہے۔"

ابن ماجہ۔ ابواب الادب باب بر الوالدین" رقم......

معلوم ہوا کہ جب اولاد والدین کے لئے بخشش کی دعا کرتی ہے تو والدین کے جنت میں درجات بلند ہوتے چلے جاتے ہیں لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ والدین کے لئے بخشش کی دعا نیک اولاد ہی کرتی ہے اور اولاد (عموماً) اس وقت نیک ہوتی ہے جب والدین اپنی اولاد کی نیک تربیت کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی کائنات ﷺ نے فرمایا:

«اِذَامَاتَ الاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّامِنْ ثَلَاثَةٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْعِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْا لَهٗ»

"جب انسان کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے عمل (اور اجر کا سلسلہ) ختم ہو جاتا ہے البتہ تین چیزیں (کہ انسان کے فوت ہو جانے کے بعد بھی ان کا ثواب جاری رہتا ہے)

١ صدقہ جاریہ۔

٢ علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا رہا (وہ دینی کتابیں چھوڑ گیا یا اصلاحی دروس اور خطبات دے گیا لوگ اس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں)۔

٣ نیک اولاد (چھوڑ گیا) جو اس کے لئے دعائیں کرتی رہتی ہے۔"

مسلم کتاب الوصیۃ "رقم......

جب انسان اولاد کو اچھی تربیت دے گا تب وہ نیک ہوگی اور جب وہ نیک ہو گی تب ہی وہ والدین کے لئے دعائیں کریگی یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ماں باپ تو اولاد کو ٹی وی.وی سی آر کیبل.ڈش اور انٹرنیٹ اور سی ڈی کا رسیا بنا جائیں اور اولاد کے

سامنے نور جہاں وغیرہ کنجر کنجریوں کے گانے بولتا ہو اور کم بخت گلو کاروں اور گلو کاراؤں کے طریقے اور فیشن اپناتا ہے اور پھر اولاد والدین کی وفات کے بعد دعا کرے

« رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ »

''اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو بخش دے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« اِعْمَلُوْا بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَاتَّقُوا مَعَاصِیَ اللّٰهِ وَ أْمُرُوْا اَهْلِیْكُمْ بِالذِّكْرِ یُنَجِّیْكُمُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ »

''تم اللہ کے احکامات کو خوشی سے مانتے جاؤ اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچتے رہو اور اپنے اہل و عیال کو اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیتے چلے جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمھیں جہنم سے نجات دے دے گا۔''

ابن کثیر تفسیر سورہ تحریم، آیت:٦

واضح ہوا کہ اولاد کی تربیت کرنے کے دنیاوی اور آخرت دونوں جہانوں کے فائدے ہیں اسی طرح اولاد کی تربیت نہ کرنے کا وبال دونوں جہانوں میں حاصل ہو گا اگر انسان اولاد کی تربیت کرے لیکن وہ بچپن میں فوت ہو جائے تو وہ آخرت کی بھلائی کا زینہ ثابت ہوگی۔

بچپن میں جو اولاد فوت ہو جائے وہ بھی ضائع نہیں جاتی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ یَمُوْتُ لَهٗ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِیَّاهُمْ »

''جس کسی مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ

ان بچوں پر اپنی رحمت کرتے ہوئے اس مسلمان کو جنت میں داخل کردے گا۔" بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المسلمین، رقم......

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَا يَمُوتُ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلٰثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَيَحْتَسِبُهُمْ إِلَّا كَانُوا لَهُ جُنَّةً مِنَ النَّارِ...... »

"کسی مسلمان کے تین بچے (بلوغت سے پہلے) فوت ہو جائیں اور وہ (صبر کرتے ہوئے) ثواب کا طالب ہو تو وہ بچے اس لیے جہنم کی آگ سے ڈھال بن جاتے ہیں۔"

ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی تھی اس نے پوچھا یا رسول اللہ اگر کسی کے دو بچے فوت ہو جائیں تب؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر دو بچے فوت ہو جائیں اور انسان صبر سے کام لے اور ثواب کا طالب ہو تب بھی جہنم سے نجات مل جائے گی۔

موطا امام مالك، کتاب الجنائز، باب الحسبة فی المصيبة، رقم......

معلوم ہوا کہ اولاد اگر بڑی ہو جائے اور نیک عمل کرے تب بھی والدین کو فائدہ پہنچتا ہے اور اگر بچپن میں فوت ہو جائے اور انسان صبر کرے تب بھی جنت کی ضمانت مل جاتی ہے۔ اس لیے تو صحابہ کرام اولاد کی وفات پر صبر سے کام لیا کرتے تھے۔

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا انتقال اور ان کے اہل خانہ کے صبر کا مظاہرہ:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا بیمار تھا اور وہ فوت ہو گیا اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ (اس وقت گھر پر نہیں تھے کسی کام سے) باہر گئے ہوئے تھے۔ جب ان کی بیوی (ام سلیم) نے دیکھا کہ وہ فوت ہو گیا ہے تو انہوں نے اسے غسل دے کر اور کفن پہنا کر گھر کے ایک گوشے میں لٹا دیا جب رات کو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ گھر آئے تو پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ تو ان کی بیوی (ام سلیم) نے کہا کہ وہ سکون میں ہے اور میں

امید کرتی ہوں کہ وہ آرام ہی کر رہا ہوگا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سمجھے کہ وہ سچ کہہ رہی ہیں۔ چنانچہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے رات اپنی بیوی کے پاس گزاری پھر جب صبح ہوئی تو غسل کیا اور باہر جانے لگے تب ام سلیم نے انہیں بتایا کہ لڑکا تو انتقال کر چکا ہے۔ تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد تمام واقعہ کی اطلاع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو اس رات میں برکت دے گا۔ انصار میں سے ایک شخص (سفیان نے مجھ سے) کہا تھا کہ میں نے ان کے نو (۹) لڑکے دیکھے جو سب قاری قرآن تھے۔

بچی کی تعلیم وتربیت پر جنت:

اپنی اولاد پر خرچ کرنا اور ثواب کی امید رکھنا صدقہ اور عظیم ثواب ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنی لڑکیوں کی تربیت و پرورش کرتا ہے تو اس پر عظیم خوشخبری منقول ہے۔

عرب کے لوگ بچی کی پیدائش کو عار اور اس کی پرورش کو سراسر بوجھ سمجھتے تھے بعض سنگ دل تو اپنی لڑکیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں کئی بار واضح طور پر اور اشارۃً کیا ہے اس کے برعکس اسلام نے لڑکی کی پرورش کی فضیلت بیان کی ہے چنانچہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ »

''جس کو بیٹیاں عطا کی گئیں اور اس نے ان سے اچھا برتاؤ کیا تو وہ اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔''

بخاری، كتاب الزكاة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة، رقم......

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ فَأَطْعَمَهُنَّ وَ

سَقَاهُنَّ وَ كَسَاهُنَّ مِنْ جِدَّتِهِ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ »

''جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ انھیں برداشت کرے اور اپنی کمائی سے انھیں کھلائے پلائے اور پہنائے تو وہ اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جاتی ہیں۔'' احمد، ۱۵٤/٤

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَ هُوَ هٰكَذَا وَ ضَمَّ اِصْبَعَيْهِ »

''جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی حتی کہ وہ بالغ ہو گئیں تو وہ شخص اور میں (محمد ﷺ) قیامت کے دن اس طرح (اکٹھے) آئیں گے۔ آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا۔''

مسلم، كتاب البر، باب فضل الاحسان الى البنات،رقم......

اور ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی کی تین بیٹیاں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور ان سے اچھا سلوک کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

ترمذی، كتاب البر، باب ما جَاءَ فِي النَّفَقَاتِ......،رقم......

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک خاتون آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں اس نے مجھ سے (کھانے کو) کچھ مانگا لیکن میرے پاس صرف ایک کھجور کا دانہ تھا وہ میں نے اسے دے دیا اس نے وہ کھجور دو حصے کر کے اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی خود نہ کھائی پھر وہ چلی گئی جب نبی مکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ آپ کو سنایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ »

”جو شخص بیٹیاں دے کر آزمایا گیا (پھر وہ ان کی پرورش اور اسلامی طریقے پر تربیت بھی کرتا ہے تو) وہ اس کے لیے جہنم سے نجات کا ذریعہ بن جائیں گی)“

بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اتقوا النار وَلو بشِقِ تَمْرَۃِ......رقم......

مذکورہ احادیث کے علاوہ کتنی احادیث ہیں جن میں لڑکیوں کی تربیت و پرورش پر جنت کا پروانہ دیا گیا ہے اس لیے ہمیں بچیوں کو اپنے اوپر بوجھ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اگر وہ زندہ رہیں تو ان کی پرورش پر خرچ کر کے ثواب کا مستحق ہونا چاہیے اگر فوت ہو جائیں تو صبر کر کے ثواب لینا چاہیے۔ آخر لڑکیوں کو بوجھ کیوں سمجھا جائے کتنے اللہ کے نبی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے لڑکیاں دی تھیں حتی کہ نبی کائنات ﷺ چار بیٹیوں کے باپ تھے آپ ﷺ نے چاروں کی شادی بھی کی تھی جب کہ آپ ﷺ کا کوئی بیٹا بھی بلوغت کو نہ پہنچا۔ اگر بیٹی اچھی نہ ہوتی تو اللہ اپنے انبیاء کو بیٹیاں نہ دیتا۔

لڑکی اچھی یا لڑکا؟:

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر بچے ہوں اور بچیاں پیدا نہ ہوں تو انسانی نسل ختم ہو جائے گی اور مرد بڑے بڑے کام کر لیتے ہیں لیکن گھریلو کام کاج اور بچوں کی تربیت جس اچھے طریقے سے لڑکی کر سکتی ہے لڑکے سے اس طرح کی توقع نہیں ہے۔

اگر لڑکیوں کو قتل کر دیا جائے تو یہ اللہ کی تقدیر کے خلاف ہے اور سراسر ظلم ہے۔ لڑکیوں سے نفرت کس طرح درست ہو سکتی ہے جب کہ لڑکیوں کی طرح لڑکیوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اور اس بات کی تردید نہیں کی جا سکتی کہ عموماً لڑکیاں والدین اور بھائیوں کی عزت کرتی ہیں جب کہ لڑکے عموماً والدین کے نافرمان ہوتے ہیں اگر باپ اپنی لڑکی کو خوب پیٹ بھی دے لیکن پھر بھی وہ ابو کہہ کر پکارے گی اور اگر باپ بیٹے کو غصے

والی نظر سے بھی دیکھ لے تو بیٹا باپ سے ناراض ہو جاتا ہے۔

پھر آخر کیا وجہ ہے کہ لڑکوں کو محبت کی نظر سے اور لڑکیوں کو نفرت کی نظر سے دیکھا جائے؟

ہمارے معاشرے میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو تو دائی گھر والوں کو مبارک باد دیتی ہے اور رشتہ دار بیٹے کے سرپرستوں کو مبارک دیتے ہیں اور ماں باپ دائی کی اچھی خدمت کرتے ہیں اور مٹھائی تقسیم کرتے ہیں۔

اگر لڑکی پیدا ہو تو دائی گھر والوں کی طرف منہ ٹیڑھا کر کے کہتی ہے کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے یعنی لڑکی پیدائش پر نہ تو دائی خوش ہوتی اور نہ ہی والدین اور رشتہ دار اور نہ ہی اس کی پیدائش پر مبارک باد دی جاتی ہے اور نہ ہی مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے گویا لوگ اللہ کی رضا پر ناراض ہو رہے ہوتے ہیں کیونکہ بچی کو بھی پیدا اللہ کرتا ہے جو لوگ اس پر ناراضگی کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں وہ اللہ کے فیصلے پر ناراض ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور وہ دبے لہجے میں مشرکین مکہ کا طریقہ اپنا رہے ہوتے ہیں۔

ایک مورتی پوجا کے دھرم والا اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ میرا وہ گناہ معاف ہو جائے جو مجھے چین نہیں لینے دیتا۔ آپ ﷺ کے پوچھنے پر وہ گناہ اس نے یوں بتلایا: میرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔ قبیلے کی روایت کے مطابق میں نے اسے قتل کرنے کا پروگرام بنایا مگر دل نہ چاہا، پروگرام بناتے بناتے وہ بڑی ہو گئی۔ چلنے پھرنے لگی۔ توتلی توتلی باتیں کرنے لگی۔ ادھر برادری کے طعنوں نے جینا دوبھر کر دیا۔ آخر کار میں نے قتل کا پختہ پروگرام بنا لیا بیوی سے کہا اسے تیار کر دے۔ اس نے تیار کر دیا۔ اللہ اکبر ماں کی مامتا نے کیسے تیار کیا ہوگا۔ سوچ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ نہلایا ہوگا، کپڑے پہنائے ہوں گے پھر خاوند کے ساتھ کیسے رخصت کیا ہوگا۔ اور جی ہاں! باپ انگلی کے

ساتھ لگائے چل پڑا۔ کندھے پر کسی یا کدال رکھ لی۔ اس معصومہ کو کیا خبر کہ باپ کدھر لے جا رہا ہے۔ پھر آخر وہ مقام آن پہنچا جہاں اس معصوم بچی کو زندہ دفن ہونا تھا۔ باپ گڑھا کھودنے لگ گیا۔ وہ معصوم ہاتھوں سے مٹی ہٹانے لگ گئی۔ باپ سے تعاون کرنے لگ گئی۔ جی ہاں بیٹیوں کو باپ سے کس قدر محبت ہوتی ہے؟ یہ باپ اور بیٹی جانتے ہیں۔ بیٹیاں بیٹوں سے بڑھ کر باپ سے محبت کرتی ہیں مگر کوئی باپ بھی تو ہو......؟ جی ہاں گڑھا کھودا جا چکا ہے۔ سنگدل باپ نے اپنی لخت جگر کو پکڑا۔ گڑھے میں پھینکنے لگ گیا۔

بیٹی ہاتھ نہ چھوڑتی ہوگی مگر مشرک باپ کیسا سنگدل تھا آخر کار ہاتھ چھڑوا کر پھینک دیا۔ اوپر مٹی ڈالنا شروع کی وہ شور کرتی رہی ابو ابو پکارتی رہی ہوگی۔ بقول مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی رحمہ اللہ اس نے کہا ہوگا ابو میں آپ سے اشرفیاں نہیں مانگتی۔ روٹی نہیں مانگتی کپڑے کا سوال نہیں کرتی۔ ابو مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔ ابو میں نے کیا جرم کیا ہے؟ میں نے کوئی ایسی حرکت کی جو آپ کو پسند نہ تھی تو آئندہ ایسا نہ کروں گی۔ ابو کوئی غلطی ہو گئی تو معاف کر دو۔ مگر یوں نہ کرو۔ ہاں وہ چلاتی رہی۔ اس کا باپ رحمت اللعالمین ﷺ کے سامنے اعتراف کرتا ہے کہ میں سنگدل تھا۔ میں نے اس کی ایک نہ سنی۔ اوپر مٹی ڈال دی اور پھر میں واپس آ گیا۔ وہ منظر اب نہیں بھولتا۔ جان نہیں چھوڑتا۔ مگر رحمت اللعالمین ﷺ کی حالت بھی غیر تھی۔ آپ ﷺ کا سر مبارک جھکا ہوا تھا۔ آنسو بہے جا رہے تھے۔ داڑھی مبارک تر ہو گئی تھی مگر آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔ جی ہاں دور جہالت کا حادثہ تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے لا الہ الا اللہ پڑھا دیا۔ اللہ معاف کرنے والا ہے مگر یہ کام تو نہ جانے کتنے مشرکوں نے کیا ہوگا۔ اللہ کا عرش بھی اس حادثے پہ کانپ اٹھتا ہوگا۔ تبھی تو مالک الملک نے فرمایا:

﴿ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴾

"اور اللہ کی طرف سے جب زندہ گاڑی ہوئی بچی سے پوچھا جائے گا:
کہ تجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا؟۔" (ہندو کا ہمدرد)
کئی لوگ تو بچی کی پیدائش کو برابر سمجھتے ہیں لیکن کئی لوگ اس جگہ میں لگے ہوئے ہیں کہ بچے دو ہی اچھے دو بچوں کے بعد اولاد کے قاتل بن جاتے ہیں اور منصوبہ بندی کو اپنا لیتے ہیں حالانکہ خاندانی منصوبہ بندی کرنا جرم ہے۔

فیملی پلاننگ کیوں غلط ہے؟:

فیملی پلاننگ کے غلط ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ یہ خالص کفار کا منصوبہ ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کفار مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہوتے یہ قرآن کا فیصلہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ...... ﴾

"اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں (کافروں) کو دوست نہ بناؤ تم تو ان کی طرف دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ انھوں نے تو اس حق (دین) سے کفر کیا ہے جو تمھارے پاس آچکا ہے انھوں نے رسول (ﷺ) کو اور تم کو جلا وطن کر دیا اس لیے کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو جو تمہارا رب ہے اگر تم میری راہ میں جہاد کے لیے اور میری رضا مندی کی طلب کے لیے نکلتے ہو تو (ان سے دوستیاں نہ کرو)...... تم ان کے پاس پوشیدہ محبت کے پیغام بھیجتے ہو اور جو تم نے ظاہر کیا یا چھپایا اسے میں بخوبی جانتا ہوں، تم میں سے جو بھی یہ کام کرے گا تو وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔"

پھر فرمایا: ﴿ إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَّ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَ وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ﴾

(الممتحنة: ۱-۲)

''اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمہارے کھلے دشمن ہو جائیں گے اور برائی کے ساتھ تم پر دست درازی اور زبان درازی کریں گے اور چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر بن جاؤ۔''

اور منافقین بھی دراصل کافر ہی ہوتے ہیں ان کی تباہ کاریاں ، اللہ تعالیٰ نے قران کریم میں جا بجا بیان فرمائی ہیں، چنانچہ ایک مقام پر فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ ج قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ج وَ مَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ هَاأَنْتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَ تُؤْمِنُونَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ط وَ إِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَ إِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ط قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ط إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴾

(آل عمران: ۱۱۸-۱۱۹)

''اے ایمان والو تم اپنا دوست (راز دان) اپنے علاوہ (یعنی ایمان والوں کے علاوہ) کسی کو نہ بناؤ وہ تمہاری تباہی میں کوئی کمی نہیں چھوڑیں گے وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ ان کی دشمنی تو ان کی زبانوں سے ظاہر ہو چکی ہے لیکن جو ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے ہم نے تمہارے لیے کھول کھول کر آیات بیان

کردی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو (تو ذرا غور کرو کہ)
تم تو ان سے محبت کرتے ہو لیکن وہ تم سے محبت نہیں کرتے اور تم تو (ان کی) پوری کتاب پر ایمان رکھتے ہو (لیکن وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں لاتے تو دوستی کیسی؟) اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، لیکن جب تم سے علیحدہ ہوتے ہیں تو مارے غصے کے اپنی انگلیاں چباتے ہیں آپ کہیں کہ تم اپنے غصے میں ہی مر جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔"

ان آیات سے واضح ہوا کہ کفار یہود ونصاریٰ منافقین مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہیں ان کے خوشنما نعرے اور فلاح و بہبود کی باتیں دھوکہ ہیں۔ کفار کی دھوکہ دہیوں کی لمبی فہرست ہے ہم صرف خاندانی منصوبہ بندی کے متعلق کچھ کہنا چاہیں گے۔

خاندانی منصوبہ بندی کیوں غلط ہے؟

منصوبہ بندی کے غلط ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ یہ کفار (یہود و نصاریٰ) کا منصوبہ ہے وہ مسلمانوں کو اس مد میں اربوں روپے دیتے ہیں وہ بھی بطور قرض اور سود پر دیتے ہیں کہ جس کی ہم سے قسطیں ادا نہیں ہوسکتیں اور کفار اس طرح ایک ارب دے کر کئی ارب لیتے ہیں۔

شاید کوئی کم عقل یہ سمجھے کہ کفار ہمیں قرض دے کر ہم سے بھلائی کرتے ہیں یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اگر وہ ہمارے خیر خواہ ہوتے تو ہمارے غریبوں کو روٹی دیتے جس کے بغیر کسی امیر کا گزارہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی کسی غریب کا اگر وہ ہمارے ساتھ مخلص اور ہمارے خیر خواہ ہیں تو پھر وہ خاندانی منصوبہ بندی کے بجائے ہمیں کاروبار کے لیے کارخانوں، فیکٹریوں، ملوں وغیرہ لگانے کے لیے قرض حسنہ کے طور پر رقم دیں اور اس پر سود نہ لگائیں لیکن وہ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ قرضہ جات دے کر ان کا

مقصد غربت ختم کرنا نہیں ہے جیسا کہ وہ قرضہ جات دیتے ہوئے اظہار کرتے ہیں، بلکہ ان کا مقصد مسلمان قوم کو قرض دے کر پھنسانا اور ان سے اپنے مفادات حاصل کرنا ہے۔ باقی رہے ہمارے حکمران جو یہ قرضہ جات لیتے ہیں وہ اتنی بھاری رقم کیوں لیتے ہیں؟

اس کی کئی وجوہات ہیں ان میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حکمران قرض تو یہ ظاہر کر کے لیتے ہیں کہ ہم اس قرض سے ملک وقوم کی غربت کا خاتمہ کریں گے لیکن ان کا مقصد غربت کو ختم کرنا نہیں بلکہ غریبوں کو بھوک سے مار مار کر ختم کرنا ہے جب غریب بلک بلک کر سسک سسک کر مر جائے گا تو غربت خود بخود ختم ہو جائے گی یوں حکمران ایک تیر سے دو شکار کر رہے ہیں اگر وہ ملک میں واقعی غربت کو ختم کرنے کی کوشش میں ہیں تو وہ ملک سے مہنگائی کیوں نہیں ختم کرتے؟

ہمیں کوئی شخص یہ بتائے کہ جب سے ملک بنا اور غیر مسلموں کے قرضے ملنے لگے تب سے ہمارے ملک سے غربت یا مہنگائی ختم ہوئی یا غریب کو ان قرضہ جات سے کوئی فائدہ ہوا؟ جب نہیں تو معلوم ہوا کہ قرضہ جات عوام کے فائدے کے لیے نہیں بلکہ کسی اور مقصد کے لیے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ قرضہ جات لے کر ان کا تھوڑا سا حصہ ملک کی ترقیاتی کاموں پر لگایا جاتا ہیں، باقی رقم حکمرانوں کی جائیداد اور ان کے عیش وعشرت کا سامان بن جاتی ہے۔

الغرض کفار قطعاً ہمارے خیر خواہ نہیں ہیں وہ ہمیں قرض صرف اس لیے دیتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اپنے مفادات کے لیے استعمال کریں اور ہمارے حکمران یہ قرض اس لیے لیتے ہیں تاکہ ان کی جائیدادوں میں اضافہ ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ عیاشی کر سکیں اس مقصد کے لیے تو سیاست دان انتخابات میں اپنی کثیر شکست خوردہ ہو کر اپنی عزت

کو تباہ کر کے بھی سیاست سے باز نہیں آتے۔

معلوم نہیں مسلمان کو کیا ہو گیا ہے؟

مسلمان تو اللہ پر، قیامت اور جنت و دوزخ پر یقین رکھتا ہے کتنے تعجب کی بات ہے کہ مسلمان حکمران منصوبہ بندی کے لیے قرضہ جات لے کر ملک کو روز بروز قرض کے بوجھ کے نیچے دباتے چلے جارہے ہیں اور قوم کو بچے دو ہی اچھے، چھوٹا خاندان زندگی آسان جیسے دلفریب نعرے سنا رہے ہیں اور کتنے عوام ہیں جو ان پر فریب نعروں کے دھوکے میں آگئے اور خاندانی منصوبہ بندی کو اپنا لیا اور دوسرے لوگوں کو بھی وہ قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور قوم کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ اگر ہماری تعداد زیادہ ہو گی تو ہمارے وسائل کم پڑ جائیں گے اور یوں ہم تباہی کے دہانے پر کھڑے ہو جائیں گے۔

ہم ان باتوں کا رد تو کریں گے یہاں یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں جن لوگوں کو اپنی قوم کی بدحالی کا غم ہے اس لیے وہ قوم کو منصوبہ بندی کی گولیاں کھلا کر خوشحال کرنا چاہتے ہیں ان سے گزارش کریں گے کہ وہ زہر کی گولیاں کھا کر مر جائیں یوں عوام کی تعداد میں جہاں کمی آئے گی وہاں ان کا قوم پر یہ احسان ہو گا جو کبھی بھلایا نہیں جائے گا بلکہ ان کا یہ احسان سرکاری کارڈ میں سونے کے پانی سے لکھا جائے گا۔

جب ان کا مرنے کو دل نہیں کرتا تو وہ نئی نسل کو دنیا میں کیوں نہیں آنے دیتے؟ کفار سے ہمیں اس بات کا شکوہ نہیں ہے کہ وہ منصوبہ بندی کے ذریعے ہماری قوم کو بے بس اور اپاہج کر رہے ہیں کیونکہ ان سے یہی توقع ہے ہمیں تو تعجب کلمہ گو مسلمان پر ہے جو منصوبہ بندی کا قائل ہو گیا ہے حالانکہ جب ہمیں اللہ نے بنایا ہے اور روزی کا ذمہ بھی اللہ پر ہے تو وہ اتنے فکر میں کیوں پڑ گئے ہیں؟ دراصل بات یہ ہے کہ آج کا مسلمان غیر مسلم سے بہت متاثر ہے وہ غیر مسلم کی رسم و رواج وعادات کو جلدی

قبول کر لیتا ہے اور ان کی نقالی اور تقلید کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے اور ان کے جال میں جلدی پھنس جاتا ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی بھی انہیں چیزوں میں سے ہے۔

مسلمان سیرت نبوی کی بجائے غیر مسلموں کی نقالی کرتا ہے:

لاہور کے اندر میرے پیچھے کئی سال تک جمعہ کا خطبہ سننے والے ایک بزرگ سے پچھلے دنوں ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے:

میں پچھلے دنوں امریکہ میں اپنے بیٹوں کے پاس چند ماہ گزار کر آیا ہوں۔

وہاں ایک دن عجیب واقعہ پیش آیا۔ ورجینا میں۔ میں اپنے گھر سے مسجد کی طرف پیدل نماز کے لیے جا رہا تھا۔ اچانک میرے قریب ایک کار رکی۔

کار میں ایک نوجوان امریکی گورا تھا۔ ساتھ اس کے اس کی بیوی تھی۔ شرعی حجاب میں تھی۔ مجھے وہ امریکی نوجوان جو پوری داڑھی رکھے ہوئے تھا کہنے لگا: معلوم ہوتا ہے آپ مسجد کی جانب جا رہے ہیں۔ نماز کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ میں نے سوچا آپ کو ساتھ بٹھا لوں۔

یوں اجر وثواب کمانے کا بہانہ مل جائے گا۔ میں اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ راستے میں مجھے چھینک آ گئی میں نے فوراً کہا۔(sorry) معذرت خواہ ہوں۔

(Excuseme) اس پر امریکی نوجوان کے چہرے کے تیور بدل گئے۔

اس نے تعجب سے مجھے پوچھا(.Do you Muslim) کیا تم مسلمان ہو؟ میں نے کہا:(Yes) ہاں۔

تب اس نے کہا: اگر آپ چھینک آنے پر رسول کریم ﷺ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے الحمد للہ کہتے۔ میں ''یرحمک اللہ) (تجھ پر اللہ رحم کرے) کہتا اور پھر تو(یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُم) '' اللہ تجھے ہدایت دے اور تیرے حال کی اصلاح کرے) کہتا تو ہمیں مفت میں کئی نیکیاں مل جاتیں۔ بزرگ کہنے لگے میں اس

پر بڑا شرمندہ ہوا۔

کہ ساٹھ سال کی عمر ہے۔ پاکستانی ہوں۔ سالہا سال سعودیہ اور عرب امارات میں رہا مگر اس نوجوان امریکی نے مجھے راہ چلتے ہوئے اسلامی اخلاق و کردار کا وہ نمونہ پیش کیا کہ میں اس سے معترض کرنے لگا گیا۔ (ہندو کا ہمدرد)

اللہ تعالیٰ خود منصوبہ بندی کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان بنائے اور زمین میں بے شمار مخلوقیں آباد کیں وہ خوب جانتا ہے کہ مخلوق کتنی ہے وسائل کتنے ہیں وہ وسائل مخلوق کو کافی ہیں یا نا کافی؟

اس لیے اللہ تعالیٰ خود منصوبہ بندی کرتا ہے یعنی وہ وسائل پیدا کرتا ہے اپنی مخلوق کو ان سے فائدہ دیتا ہے اگر وسائل کم پڑ رہے ہوں تو وسائل میں اضافہ کرتا ہے اگر کہیں مخلوق کو کم کرنا ہوتا ہے تو کم کرتا ہے۔

دیکھو! کسی جگہ زلزلہ، کہیں جنگ، کہیں بیماریاں بھیج کر وہ انسانوں اور جانوروں کو کم کرتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی منصوبہ بندی اور بندوں کی خاندانی منصوبہ بندی میں بڑا فرق ہے اسکی ایک مثال سمجھیں اگر ماحول میں مکھیاں بہت ہو جائیں، کوئی مکھیوں سے تنگ آ کر مکھی مار پوڈر لا کر اپنے گھر میں چھڑک دے تو اس سے بیشمار مکھیاں مر جاتی ہیں، مکھیوں کی کثرت میں تو کمی نہیں آتی لیکن سارا گھر مکھیوں سے بھرا ہوا ضرور ہوتا ہے۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنا منصوبہ استعمال کرتا ہے تیز ہوا یا ٹھنڈی ہوا یا سخت سردی یا سخت گرمی بھیج کر مکھیوں اور مچھروں کو مار دیتا ہے لیکن کوئی شخص ان حوادثات سے مری ہوئی مکھیوں اور مچھروں میں سے کوئی مکھی یا مچھر زمین پر گرا ہوا نہیں دیکھتا۔

اس طرح جب انسانوں کی کثرت ہو جائے اور انسان انھیں کم کرنے کے لیے منصوبہ بندی شروع کر دیں تو اس سے زمین پر فساد اور زیادتیاں تو ہوں گی لیکن

انسانوں کی آبادی میں کمی واقع نہیں ہوگی، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہمارے ملک میں کب سے منصوبہ بندی شروع ہے لیکن مسلسل آبادی بڑھ رہی ہے، چند سالوں میں آٹھ کروڑ سے سولہ کروڑ پر آبادی جا پہنچی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ ہماری آبادی کو کم کرنے کیلیے منصوبہ جاری کرے گا تب فوراً ہماری آبادی کم ہو جائے گی۔

اس لیے ہم انسانوں کی منصوبہ بندی پر یقین نہیں رکھتے۔ کہتے ہیں کہ اس ملک میں سب سے پہلے منصوبہ بندی کو لانے والا صدر ایوب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے گھر میں دو بچے جڑویں پیدا کر دیے۔

اگر یہ بات صحیح ہے تو اللہ نے ایسا کر کے یہ اشارہ دے دیا تھا کہ اے ایوب! تو آبادی کم کرنے کی پوری کوشش کر لے میں آبادی کو بڑھاتا چلا جاؤں گا اور اس کی ابتداء تیرے گھر سے کر دیتا ہوں۔

چنانچہ ہم نے یہ دیکھ لیا ہے کہ منصوبہ بندی کی وباء سے پہلے عورت ایک بچہ جنا کرتی تھی لیکن منصوبہ بندی کے بعد دو تین بچے جننے کے کیس بہت زیادہ ہو گئے ہیں اگر حکمران منصوبہ بندوں کو اور تیز کریں گے تو دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی ایک حمل سے دس دس بچے جنوانے شروع کر دے انسان کی منصوبہ بندی جہاں شرعاً غلط ہے، وہاں معاشرے کے لحاظ سے غلط اور غیر مؤثر ہے۔ لہٰذا منصوبہ بندی کا راگ الاپنے والے اپنی عقل پر ماتم کریں۔

جو لوگ وسائل کی کمی کے خوف سے منصوبہ بندی کر کے اپنی نسل کو تباہ کیے جا رہے ہیں ان کو ہم مشورہ دیں گے کہ اگر ان کے دو سے زیادہ بچے ہوں تو دو بچے اپنے پاس رکھیں دو سے زائد بچے جہاد کے لیے وقف کر دیں، مجاہدین کو آج افرادی قوت کی حاجت ہے اگر دو سے زائد بچوں پر کیے خرچ کا افسوس ہو تو ان بچوں پر کیے ہوئے خرچ کا مطالبہ مجاہدین سے کریں۔ لیکن ہمیں کافی امید ہے کہ وہ ایسا کرنے کو

ہرگز تیار نہیں ہوں گے کیونکہ شیطان انھیں ایسا نہیں کرنے دے گا کیونکہ شیطان امریکہ اور یورپ کا دوست ہے

یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ جولوگ آج قوم کو یہ نعرے سنوا رہے ہیں کہ بچے دو ہی اچھے وغیرہ وغیرہ۔کیا ان کے بچے دو ہی ہیں اگر ان کے بچے دو سے زائد ہیں تو پھر قوم کو کیوں دھوکہ دیتے ہیں؟

آخر منصوبہ بندی کیوں؟

منصوبہ بندی کا مقصد اگر قوم کی خوش حالی ہے تو پھر آخر منصوبہ بندی کی گولیوں کے کھلانے کے علاوہ قوم کو خوشحال کرنے کا دوسرا طریقہ استعمال کیوں نہیں کیا جاتا، بے شمار منصوبے ہیں جس سے قوم خوشحال ہوسکتی ہے۔ مثلاً ہمارے ملک میں مہنگائی نے غریبوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے اگر یہ مہنگائی ختم کر دی جائے تو قوم خوش حال ہو جائے گی ۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملک سے مہنگائی کیسے ختم ہوسکتی ہے ۔اس کا حل ہم آپ کو بتاتے ہیں۔

① حکمران اپنی شاہ خرچیوں میں کمی کردیں،فضول خرچی کی بجائے قناعت سے کام لیں۔

② ملک میں جہیز اور شادیوں پر بے جا اخراجات وغیرہ رسم و رواج کا خاتمہ کردیا جائے۔

③ بجلی ،گیس پٹرول اور کاشتکاری میں کام آنے والی ادویات کو بہت سستا کردیا جائے۔

④ ملک سے چوروں، ڈاکوؤں کو ختم کر کے زکاۃ کا نظام شریعت مطہرہ کے اصولوں پر قائم کر دیا جائے۔

⑤ ملک میں فیکٹریاں ، کارخانے اور کاروباری مراکز قائم کردیے جائیں ،لیکن

ہمارے حکمران ایسا کرنے پر آمادہ نہیں ہوں گے کیونکہ یوں ان کے مفادات خاک میں ملتے نظر آتے ہیں۔

کالا باغ ڈیم ملک کی خوشحالی کا ایک منصوبہ ہے لیکن وہ سیاست دانوں کے درمیان اختلافی چلا آرہا ہے، معلوم ہوا ہمارے حکمران قوم کے خیر خواہ نہیں بلکہ قوم کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔یہ چند چیزیں ہیں اگر ان کو اپنا لیا جائے تو ہمارے ملک میں کوئی مہنگائی نہیں رہے گی۔

اس لیے کہنے والے نے سچ کہا، غربا کے لیے دو بچے ہی اچھے ہیں تو پھر حکمرانوں کے لیے بندوق کی گولی ہی اچھی ہے کیونکہ غریب روٹی کو ترس رہا ہے اور حکمران اس کے لیے منصوبہ بندی کی گولیاں منتخب کرنے لگے ہیں۔غریب کہتا ہے کہ مجھے روٹی دو میں مزدوری اور محنت کر کے بچے خود پالوں گا یہ بچے آج بچے ہیں کل یہ جوان اور میرا سہارا ہوں گے لیکن حکمران ہیں کہ غریب کے لیے روٹی مہنگی اور مشکل کرتے جارہے ہیں۔منصوبہ بندی کی گولی اللہ اس کھانے پر مجبور کر رہے ہیں

خاندانی منصوبہ بندی خاندان کے لیے مہلک ہے:

منصوبہ بندی کئی طرح سے غلط ہے اس سے عورت کے جسم پر بہت مضر اثرات پڑتے ہیں اگر فطری طریقے کو ختم کر کے ایک مصنوعی اور غیر فطری طریقہ استعمال کیا جائے تو اس میں نقصانات ہی نقصانات ہوتے ہیں، اس کی بہت سی مثالیں ہیں، مثلاً مرد کو جریان احتلام، سرعت انزال وغیرہ موذی امراض شہوت کو غیر فطری طریقوں پر پورا کرنے کی کوشش کے نتیجے میں ہوتے ہیں، اسطرح خاندانی منصوبہ بندی غیر فطری عمل ہے اس لیے اس کے نتیجے میں عورت کئی موذی امراض کا شکار ہو جاتی ہے۔اور اس سے جسم موٹا اور بے ڈھنگا ہو جاتا ہے۔

جب عورت غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تب اس کے مضر اثرات جلدی اور

زیادہ ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ اس سے عورت کی بیماریوں پر اتنے اخراجات آتے ہیں کہ اتنے اخراجات تب بھی نہ آتے جب کہ وہ اولاد جنتی اور اس پر اخراجات آتے۔ اس کے علاوہ عورت رحم کے کتنے امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے لہٰذا مسلمانوں کو اس کافرانہ منصوبے سے بچ کر رہنا چاہیے۔

منصوبہ بندی مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی سازش ہے:

کافر ہمیشہ اس فکر میں رہے کہ مسلمانوں کی حکومت نہ آجائے اس خطرے کے پیش نظر انھوں نے مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم کیے حتی کہ ان کی اولاد کشی اور مسلمانوں کی خونریزی کرنے سے بھی نہ ہچکے۔

چنانچہ فرعون نے بنی اسرائیل کی اولاد کو قتل کیا اس میں بھی یہ حکمت تھی کہ کہیں ان کی آبادی بڑھ نہ جائے اور یوں میری حکومت پر قابض نہ ہو جائیں لیکن اللہ کا فیصلہ فیصلہ کن ہوتا ہے وہ اگر چیونٹی سے ہاتھی مروانا چاہے تو مرواسکتی ہے آخر چشم فلک نے دیکھا کہ بنی اسرائیل جن کی حکومت کا خوف فرعون کے دماغ پر سوار تھا اللہ نے بنی اسرائیل کو غالب کر دیا اور فرعون کی حکومت کو ختم کرادیا۔

اسی طرح جب بھی مسلمانوں اور کفار کے درمیان معرکے ہوئے، ان میں مسلمان ہمیشہ تھوڑی تعداد میں تھے، لیکن اللہ مسلمانوں کو غالب کرتا چلا آیا ہے۔ وہ امریکہ جو اپنے کو رب سمجھتا ہے عراق افغانستان وغیرہ ممالک میں مسلمانوں نے اس کی فوج کی وہ درگت بنائی کہ وہ دنیا کے لیے عبرت بن گئے حالانکہ ہر محاذ پر مسلمان نہتے اور کمزور اور تھوڑے ہوتے ہیں۔

اس لیے ہم یقین سے کہتے ہیں کہ کفار چاہے کتنی کوشش کرلیں کہ مسلمان تھوڑے ہو جائیں اور وہ ان کے مقابلے میں آنے کی پوزیشن میں نہ رہیں لیکن مسلمان غالب ہو گا حتی کہ ایک مسلمان کفار کے ایک ہزار افراد سے بھاری ثابت ہو گا۔

کفار ہمیشہ مسلمانوں کو مٹاتے مٹاتے خود مٹ جاتے ہیں، اب کی بار بھی ایسا ہی ہوگا۔ ان شاء اللہ

خاندانی منصوبہ بندی شرک ہے:

دنیا کو پیدا کرنے والا رزق پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں اپنی اولاد کا رزق پورا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں اس لیے میں منصوبہ بندی کر کے اولاد میں کمی کرنا چاہتا ہوں تو وہ شخص گویا دبے لفظوں میں کہہ رہا ہوتا ہے کہ اپنے بچوں کو رازق میں ہوں، وہ اس طرح شرک کا مرتکب ہو رہا ہے۔ حالانکہ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾
(ھود:٦)

”زمین پر کوئی چلنے والا جاندار ایسا نہیں ہے کہ جس کے رزق کا بندوبست اللہ کریم نہ کرتا ہو۔“

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ﴾(الانعام:١٥١)

”اپنی اولاد کو بھوکے مرنے کے ڈر سے قتل نہ کرو کیونکہ جیسے تمھیں ہم رزق دے رہے ہیں اسی طرح تمہاری اولاد کو بھی ہم ہی رزق دیں گے۔“

﴿ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾(العنکبوت:٦٠)

”کتنے جاندار ہیں، جنھوں نے اپنی روزی (اپنے ساتھ) نہیں اٹھا رکھی

لیکن اللہ انھیں اور تمھیں سب کو روزی عطا فرماتا ہے اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔"

﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ (العنکبوت:٦٢)

"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔"

ان آیات کے علاوہ بے شمار آیات ہیں جن میں رزق کا مالک اللہ نے اپنے آپ کو بتایا ہے۔

لہٰذا جو شخص اپنی اولاد کا رازق اپنے کو سمجھتا ہے وہ شرک کا مرتکب ہے اسے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے، ایک شخص اپنی اولاد کے رزق کا بندوبست کرتا رہتا ہے اگر وہ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اولاد کے رزق کے بندوبست کی ذمہ داری کسی دوسرے پر ڈال دیتا ہے لہٰذا روزی کا ذمہ دار اللہ ہے اللہ جس کے ذمہ کسی کی روزی لگا دیتا ہے وہ اسے نبھاتا ہے معلوم ہوا روزی کا اصل ذمہ دار اللہ ہے، ورنہ لوگ روزی کا وسیلہ ہیں۔

میرے ماموں مجھے بتا رہے تھے کہ ایک شخص سے میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا یار میرے بچے زیادہ ہو گئے ہیں میں ان کا خرچہ پورا نہیں کر سکتا اس لیے میں منصوبہ بندی کرانے چلا ہوں۔ میرے ماموں نے اسے سمجھایا کہ یہ کام درست نہیں ہے لیکن وہ نہ مانا اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کی ایک ماہ بعد وفات ہو گئی میں نے دل میں کہا اب تیرے بچوں کی روزی کون پوری کرے گا؟

منصوبہ بندی ناکام اور فضول ہے:

ہمارے ملک میں منصوبہ بندی پر بہت اخراجات کرنے کے باوجود آبادی بڑھتی چلی جارہی ہے پہلے جڑواں بچے کہیں کہیں ہوتے تھے لیکن اب یہ کیس بہت ہیں، اللہ نے لڑکیوں کی پیدائش زیادہ کر کے اشارہ دے دیا ہے کہ اب تمہاری آبادی بڑھے گی اور بڑھ رہی ہے۔

اللہ کا نبی اپنی امت کے اضافے کے لیے حکم دیتا ہے کہ تم بچے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والی خواتین سے شادی کرو اس کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کی پرورش پر اسلام نے انسان کو جنت کا پروانہ دیا ہے اس موضوع پر ہماری کتاب ''آپ کی اولاد نافرمان کیوں؟'' کا مطالعہ مفید ہوگا جو اولاد کو فرمانبردار بنانے کے رموز پر لکھی گئی ہے۔ لڑکیوں کی پرورش پر جنت کا پروانہ بھی اس لیے دیا گیا ہے تاکہ لوگ مشرکین مکہ کی طرح اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کے بجائے ان کی پرورش کریں اور ان سے نسل انسانی میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو سکے۔

آج کفار مسلمان عورتوں کو منصوبہ بندی کی مضر گولیاں کھلا کر انھیں اپاہج اور بیمار کرنا چاہتے ہیں اور ان کے رحموں کو اولاد جننے کی قوت سے محروم کر دینا چاہتے ہیں، حالانکہ اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اگر اللہ چاہے تو بیمار رحموں کو تندرست کر کے ان سے بچے پیدا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس روح کے دنیا میں آنے کا فیصلہ فرما دیا وقت کے فرعون چاہے کتنی کوشش کرلیں وہ روح دنیا میں آ کر رہے گی منصوبہ بندی سے غریب امیر نہیں بنتے بلکہ غریب مزید غریب اور امیر مزید امیر ہوتا چلا جارہا ہے۔

منصوبہ بندی پر آمادہ کرنے کے لیے چند دھوکہ بازیاں:

اگر ہماری آبادی زیادہ ہو گی تو وسائل کم پڑ جائیں گے جس سے ہم غربت کا شکار ہو جائیں گے۔

یہ سراسر دھوکہ ہے کیونکہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے ہمارا روزی رسان بھی وہی ہے اور ہماری اولاد کا روزی رساں بھی وہی ہے ہمارے حکمرانوں کو غریبوں کے غم میں اتنا نہیں گھلنا چاہیے اگر انھیں واقعی غریبوں کی فکر ہے تو پھر اپنی شاہ خرچیوں میں کمی کر کے غریبوں کی مدد کرنی چاہیے اور مہنگائی ختم کرنی چاہیے۔

باقی رہا وسائل کی کمی کا مسئلہ تو اس سلسلے میں ہم کہیں گے کہ جیسے جیسے آبادی بڑھ رہی ہے ویسے ویسے زمینیں آباد ہو رہی ہیں، زمین سے قسم قسم کے اناج اور پھل پیدا ہو رہے ہیں اور کارخانے فیکٹریاں اور مزدوری کے وسائل بڑھ رہے ہیں، زمین سے تیل، گیس، سونا چاندی، قدرتی کوئلہ وغیرہ کئی معدنیات روز بروز نکل رہی ہیں۔ پیسہ بڑھ رہا ہے۔

قصہ مختصر وسائل مسلسل بڑھ رہے ہیں اگر کسی جگہ غربت کا ماحول ہے تو وہ اس لیے نہیں کہ آبادی میں اضافہ ہو گیا ہے اس لیے غربت آگئی ہے بلکہ اس میں حکمرانوں کی بدنیتیاں اور غلط عزائم اور مفادات اثر دکھلا رہے ہوتے ہیں وہ بھی ممالک ہیں جنھوں نے اپنی قوم کی خوشحالی اور ان کے لیے اناج کا بندوبست کرنے کے لیے سمندر میں مٹی ڈال ڈال کر کاشت کے لیے رقبہ بڑھایا ہے ہمارے حکمران اس سے بھی اچھی تدابیر کر سکتے ہیں، لیکن وہ کرتے نہیں ہیں کیونکہ امریکہ اس کی اجزت نہیں دیتا۔

آبادی کے بڑھ جانے سے وسائل کی کمی کا دھوکہ معلوم کرنے کے لیے صرف یہ ایک مثال کافی ہے کہ دیہاتوں میں لوگ تھوڑے ہوتے ہیں، لیکن وہاں وسائل کم اور غربت زیادہ ہوتی ہے لیکن شہروں میں جتنا آبادی زیادہ ہوتی ہے اسی نسبت سے

وسائل زیادہ اور غربت کم ہوتی ہے۔

دیکھیے پورے پاکستان میں کراچی سب سے بڑا شہر ہے لیکن پیسہ وسائل اتنے زیادہ ہیں کہ دوسرے صوبوں بلکہ دوسرے ملکوں سے لوگ فائدہ اٹھانے کے لیے آتے ہیں معلوم ہوا وسائل کی کمی کا بہانہ صرف دھوکہ ہے۔ چلو یہ تو شہروں کی بات ہے آپ سعودی عرب کو دیکھیں وہاں کاروباری مراکز اور باغات وغیرہ نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن آپ کو وہاں وہ وہ چیزیں ملیں گی جو اپنے ملک میں نہیں ملیں گی اور پھر وہاں دوسرے ملکوں سے لاکھوں لوگ جاتے ہیں ان سے وہاں کا رزق ختم ہی نہیں ہوتا۔

کسی جنگل میں کسی پیر یا ملنگ کا دربار ہوتا ہے وہاں کوئی کھانے کی چیز نہیں ہوتی لیکن اس کا میلہ لگتا ہے اور ہزاروں لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں تو وہاں کھانے پینے کی چیزیں خود بخود پہنچ جاتی ہیں۔

ان چند مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ وسائل کی کمی کی باتیں دھوکہ ہیں۔ اگر ان لوگوں کی یہ باتیں درست ہوتیں تو سعودی عرب کراچی اور میلوں پر بھوک ہی بھوک ہوتی حالانکہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

منصوبہ بندی دین کے خلاف ہے:

اگر ہم منصوبہ بندی کو دینی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں تو بچے دو ہی اچھے والے نعرے کا رد واضح ہوتا ہے۔

دیکھیے انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے دو سے زیادہ بچے دیے تھے اگر حضرت یعقوب کو بارہ بیٹے مل گئے تو انھوں نے اس کا شکوہ نہیں کیا اور اگر زکریا علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو اولاد نہیں ملی تو انھوں نے اللہ سے اولاد مانگ لی لیکن کسی نبی سے اولاد کو قتل کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔

اسی طرح ہمارے نبی حضرت محمد کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے اور چار

بیٹیاں دی تھیں۔ آپ نے اس پر شکوہ نہیں کیا صحابہ کرام کی اولاد بہت زیادہ ہوا کرتی تھی اور وہ اپنی اولاد پر فخر کیا کرتے تھے۔

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

بخاری میں حضرت جابر کی نو بہنوں کا تذکرہ موجود ہے۔

حضرت ابو طلحہ کے نو لڑکے تھے۔

حضرت زبیر کے جنگ جمل کے دن نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔

ان کے علاوہ کتنی مثالیں دی جا سکتی ہیں کہ انبیاء صحابہ اور سلف صالحین کی اولادیں بہت زیادہ تھیں، روزی کے ذمہ دار بندے نہیں بلکہ عرش والا ہے ہم نے کئی افراد دیکھے جن کی اولاد تھوڑی تھی لیکن وہ غریب تھے اس طرح کتنے لوگ ایسے بھی ہیں جن کی اولاد زیادہ ہے لیکن وہ خوش حال ہیں اس لیے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ وسائل اور روزی کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کے حق میں دیے جانے والے دلائل:

جن لوگوں نے منصوبہ بندی کا جواز ثابت کرنے کے لیے جو دلائل دیے ہیں ان میں سے کوئی بھی عقل ونقل کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔

ایک دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی دعا ان لفظوں سے بیان کی:

﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ﴾ (البقرۃ: ۲۸۶)

"اے ہمارے رب! ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا جس کے اٹھانے کی ہم میں قوت نہ ہو۔"

ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اس آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے نبی ﷺ نے کثرت اولاد کی طرف اشارہ کیا ہے یا کسی امام نے اس کی تفسیر میں یہ اشارہ دیا ہے۔؟

مفسرین کی تفسیریں اٹھا کر دیکھیں، انھوں نے اس آیت کی تفسیر میں کیا کہا ہے۔

پچھلے زمانے میں اتنے وسائل نہیں ہوتے تھے لیکن پھر بھی لوگ اولاد کو بوجھ نہیں سمجھتے تھے تو اب جب کہ ہمارے دور میں ہر قسم کے وسائل موجود ہیں آخر اولاد ہمارے لیے بوجھ کیوں؟

آج حکمران ہر ماہ مہنگائی اس لیے تو بڑھاتے جا رہے ہیں کہ لوگ منصوبہ بندی کے قائل نہیں ہوتے اس لئے عوام کو اتنا پریشان کردو کہ وہ منصوبہ بندی پر مجبور ہو جائیں یہ سب کچھ کفار کو خوش کرنے کے لیے ہے اور اس ڈر سے ہے کہ اگر لوگ منصوبہ بندی نہیں کریں گے تو غیر مسلم انھیں منصوبہ بندی کی مد میں گرانٹ نہیں دیں گے اور یوں ان کی شاہ خرچیوں میں کمی آجائے گی۔

منصوبہ بندی کے حق میں قرآن وسنت سے جو سب سے بھاری دلیل دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام عزل کیا کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ عزل جائز ہے لیکن عزل اللہ کے نبی ﷺ نہیں بلکہ صحابہ کیا کرتے تھے اللہ کے نبی ﷺ نے انھیں عزل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ ان کو اجازت دی تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ عزل کرنے سے کسی بھی صحابی کا یہ مقصد نہیں تھا کہ اگر میری اولاد ہوگئی تو میں اس کی روزی کا بندوبست کیسے کروں گا بلکہ ان کے دوسرے مقاصد تھے آج بھی اگر کوئی شخص دوسرے مقاصد کے لیے عزل کرے تو جائز ہے لیکن اولاد کے رزق کی پریشانی کے لیے جائز نہیں ہے۔

ہمارے دور میں تو منصوبہ بندی اس مقصد کے لیے کی جاتی ہے جس سے اللہ نے منع فرمادیا ہے اور یہ شرک اور کبیرہ گناہ ہے۔

ان کے علاوہ جتنے بھی دلائل منصوبہ بندی کے حق میں دیے جاتے ہیں، وہ

قرآن اور حدیث پر بہتان اور امریکہ اور شیطان کی خوشنودی کے لیے کوشش ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں ہم کہتے ہیں کہ خاندانی منصوبہ بندی کفار کا منصوبہ، بالکل دھوکہ، قرآن وسنت کے خلاف، سلف صالحین کے عقیدے کے بالکل برعکس، اور عورت کی صحت اور مرد کی دولت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس لیے اس سے اجتناب ضروری ہے اس کے برعکس اولاد زیادہ سے زیادہ جنم دے کر امت محمدیہ ﷺ میں اضافہ اور لشکر اسلام میں اضافہ کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔



ہم اپنے بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾

(التحریم:٦)

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل (بیوی بچوں اور ماتحتوں) کو بھی جہنم سے بچاؤ۔''

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنے کو اور اپنے اہل کو جہنم سے کیسے بچائیں؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ ہم خود بھی قرآن وسنت پر عمل پیرا ہوں اور اپنے ماتحتوں کو بھی قرآن وسنت کا پابند کریں تب ہماری اور ہمارے اہل وعیال کی جہنم سے نجات ہو جائے گی۔

اپنے بچوں کو قرآن وسنت کا پابند بنانا چاہیے یہ ایک مجمل جملہ ہے اس کی تفصیل تو بہت ہے لیکن ہم چند چیزوں کا ذکر بطور خاص کرتے ہیں تاکہ ہم ان اصولوں پر اپنے اہل وعیال کو پابند کریں جن سے دوسرے طریقے بھی سامنے آجائیں گے۔

1. اپنے بچوں کو اس سکول اور مدرسے میں تعلیم دلوائیں جہاں اسلامی ماحول ہو اور وہاں کے استاد کتاب وسنت کے پابند ہوں اور طلباء کی صحیح نہج پر تربیت کریں۔

موجودہ دور میں ایسے سکول اور مدرسے موجود ہیں جہاں قرآن وسنت کے

مطابق تعلیم و تربیت ہوتی ہے اگر کسی جگہ ایسے سکول و مدارس نہ ہوں تو وہاں کے سلفی لوگوں کو چاہیے کہ وہ ایسے مراکز قائم کرنے کی کوشش کریں اس طرح معاشرہ پاک صاف بن جائے گا اور بہت سی الجھنیں ختم ہوں گی۔

② جب ہم خود نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جائیں تو اپنی مستورات کو نماز کا کہہ کر جائیں اور اپنے ان بچوں کو مسجد میں لے جائیں جو مسجد میں نماز پڑھنے کے قابل ہوں۔

③ اگر کوئی دینی اصلاحی جلسہ ہو تو اس میں حتی الامکان اپنے بچوں کو لے جائیں۔

④ اپنی مساجد میں روزانہ پانچ دس منٹ کا درس کرانے کا اہتمام کریں اس سے دین کی سمجھ تسلسل کے ساتھ آسانی سے ہو گی روزانہ ایک دو مسئلے ذہن نشین ہوتے چلے جائیں گے اور ان دروس میں بچوں کی حاضری یقینی بنائیں۔

⑤ جس طرح ہم اپنے بچوں کو سکول کے کورس یاد کرانے اور اس میں پاس کرانے کی کوشش کرتے ہیں اس طرح ہم پابندی کے ساتھ اپنے بچوں کو قرآن اور مسنون دعائیں اور دینی کتابوں کے پڑھانے اور یاد کرانے کی بھی کوشش کریں۔

⑥ اپنے بچوں کو صرف تعلیم پر نہ لگائے رکھیں بلکہ تعلیم کے ساتھ ساتھ انھیں کھیلنے کا موقع دیں لیکن یاد رکھیں یہ کھیل اپنے گھر میں یا پھر باہر اچھے بچوں کے ساتھ ہونا چاہیے جو کہ گالی گلوچ کے عادی یا گندی فطرت کے حامل نہ ہوں۔

⑦ جہاں ہم اپنے بچوں کو تعلیم دیں اور کھیلنے کا موقع دیں وہاں ان سے گھر کا کام بھی کرائیں اور ان سے اپنی خدمت بھی کرائیں تاکہ بچے کے ذہن میں یہ نہ آئے کہ میرا اصل کام تعلیم ہے اس کے بعد مجھ پر کوئی کام ضروری نہیں ہے دیکھنے میں آیا ہے کہ والدین اپنے بچوں کو سکول بھیجتے ہیں جب وہ پڑھ کر واپس

آتے ہیں تو وہ کھیلنے چلے جاتے ہیں پھر جب وہ مغرب کے بعد کھیل کر آتے ہیں تو ان کو سکول کا کام کرنے کے لیے بٹھا دیا جاتا ہے گھر کا کوئی کام انھیں نہیں بتایا جاتا اس خدشہ سے کہ اسی طرح سکول کی تعلیم میں نمبر اچھے نہیں آسکیں گے۔

جب ماں باپ کا ذہن ہوتا ہے کہ بچہ پڑھے اور کھیلے اور سو جائے یا ٹی وی کے سامنے بیٹھ جائے اور بس دوسرا کام کوئی نہ کرے تو بچوں کا آٹو میٹک ذہن بن جاتا ہے کہ میں نے صرف یہی کام کرنے ہیں نہ گھر کا کام کرنا ہے اور نہ ہی والدین کی خدمت کرنی ہے تو جب بچہ پڑھ جاتا ہے اور عمر بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور والدین کو اس کی خدمت کی ضرورت پڑتی ہے یا والدین غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور انھیں اس بچے سے امید ہوتی ہے کہ یہ کمائے گا اور ہمیں کھلائے گا تو بچے سے اس وقت نہ تو والدین کی خدمت ہو سکتی ہے اور نہ ہی وہ مزدوری کرنے کا اہل ہوتا ہے کیونکہ یہ ذمہ داریاں اس پر اچانک آ پڑتی ہیں انھیں ان کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اس لیے کہ ماں باپ نے بچپن میں اس سے کوئی کام نہ کرایا یہ تو بادشاہوں کی طرح زندگی گزارتا چلا آیا اب یہ بادشاہی سے گداگری میں کیسے ڈھل جائے؟ یوں پھر بچہ ضائع ہو جاتا ہے ماں باپ اس پر سختی کرتے ہیں جس کی بچے کو امید بھی نہیں ہوتی جس سے وہ بددل ہو جاتا ہے ماں باپ کو آنکھیں دکھاتا ہے اور اللہ کے غضب کا شکار ہو جاتا ہے اور اللہ کی لعنتیں اکٹھی کرتا چلا جاتا ہے اب یہ صرف دو فکر رکھتا ہے اور بس نوکری مل جائے اور چھوکری مل جائے اس کی کل کائنات یہی دو چیزیں ہوتی ہیں اور اسے ٹوکری اٹھانے میں ذلت محسوس ہوتی ہے۔

اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اولاد بڑی ہو کر کام اور محنت اور ہماری خدمت کرے تو ہمیں اپنی اولاد کو تعلیم، کھیل کے ساتھ ساتھ گھر کے کام اور اپنی خدمت پر بھی لگانا ہوگا۔

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں اور بچیوں سے گھر کا تھوڑا تھوڑا کام کرائیں اور تھوڑی دیر کے لیے بچہ اپنے باپ کے قدم دبائے اور بچی اپنی ماں کی خدمت کرے تاکہ ان کا ذہن بنے کہ ہم نے بڑے ہوکر والدین کی خدمت کرنی ہے۔

دیکھیے تعلیم کے جہاں دوسرے فوائد ہیں وہاں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اولاد کو والدین کا مقام معلوم ہو اور وہ اچھے طریقے سے والدین کی خدمت کریں۔لیکن اگر ان کی تعلیم ان میں یہ شعور پیدا نہ کرے تو ایسی تعلیم اور ڈگریوں کا کیا فائدہ؟

یہاں ایک واقعہ پیش خدمت ہے جس سے معلوم ہوگا کہ والدین اولاد کو بچپن سے کام کرنے کے عادی نہ بنائیں اور گندی صحبت اور بدخصلتوں سے نہ بچائیں تو بعد میں اس کا نقصان ہوتا ہے۔

عدنان ایک غریب ماں باپ کا لڑکا تھا۔ اس کا باپ ایک ایمان دار آدمی تھا جو محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ اس طرح ان کی گزر اوقات ہورہی تھی۔ عدنان پانچویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ وہ جب سکول جاتا تو اپنے دوسرے ساتھیوں کے رنگ برنگے کپڑے دیکھ کر اس کا دل چاہتا کہ وہ بھی ان جیسے کپڑے پہنے لیکن ان کی مالی حالت اس قابل نہ تھی وہ دوسروں کو دیکھ کر جلتا اور دل ہی دل میں اپنی غربت پہ کڑھتا اور امیر لڑکوں کو دیکھ کر ان سے حسد کرتا۔

اسی طرح دن گزرتے گئے اور اس نے میٹرک کا امتحان پاس کرلیا اسی دوران اس کا باپ بیمار ہوگیا تو گھر کے اخراجات کے لیے عدنان کو کام کرنا پڑا لیکن اس کا دل کام میں بالکل نہ لگتا تھا اور وہ محنت سے جی چراتا اور اس کے برعکس وہ دن رات امیر بننے کے خواب دیکھتا رہتا۔ دوسروں کی اچھی حالت دیکھ کر جلنا اس کی عادت بن چکی تھی۔

مناسب علاج نہ ہونے کی وجہ سے اس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ اس کے

بعد وہ کچھ اور زیادہ آزاد ہوگیا اس نے کام پر جانا چھوڑ دیا دن رات گھر میں پڑا رہتا اور سوچتا رہتا اس کی ماں اس کی حالت پر بہت پریشان تھی۔ وہ اس کو سمجھاتی لیکن اس کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔ اس کی ماں دوسروں کے گھروں پر کام کر کے گھر کا خرچ چلاتی۔

اسی طرح دن گزرتے گئے اور عدنان پہلے سے زیادہ نکما ہوتا گیا۔ آوارہ گرد لڑکوں کی محفل میں جاتا ان کے ساتھ بیٹھتا اٹھتا اس کی بوڑھی ماں دن کو لوگوں کے گھروں میں کام کرتی۔ اور رات کو خدا کے حضور گڑگڑا کر اپنے بیٹے کی بھلائی کے لیے دعائیں مانگتی لیکن عدنان کی عادتیں خراب ہوتی گئیں۔ اس نے آوارہ دوستوں کے ساتھ مل کر چوری چکاری بھی شروع کردی تھی وہ چوری کی رقم اپنی عیاشیوں میں اڑا دیتے۔ محلے کے لوگ ان سے تنگ تھے اس لیے انھوں نے پولیس کو شکایت کردی۔ پولیس نے ان کو پکڑ لیا۔ دوسرے آوارہ لڑکوں نے سب کچھ عدنان کے ذمہ لگا دیا۔ ان کے والدین ان کو چھڑا کر لے گئے لیکن عدنان تین چار دن پولیس کی مار کھاتا رہا۔ اس کے دل میں اپنے ان بے وفا دوستوں سے نفرت پیدا ہوگئی۔

کچھ دنوں کے بعد محلے کے ایک آدمی کی ضمانت پر پولیس نے عدنان کو چھوڑ دیا۔

عدنان اب سارا سارا دن گھر میں پڑا رہتا اور سوچتا رہتا۔ اور خیالی پلاؤ پکاتا رہتا اس کی ماں اس کو سمجھاتی مگر وہ اپنی ماں کی بات ایک کان سے سنتا اور دوسرے کان سے نکال دیتا۔

برسات کے موسم میں اس کی ماں بیمار ہوگئی تو گھر کا خرچ رک گیا اور فاقے ہونے لگے عدنان سے اپنی ماں کی حالت دیکھی نہ گئی اور وہ اس کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گیا لیکن ڈاکٹر نے بغیر پیسوں کے دوائی دینے سے انکار کردیا۔ اس نے ڈاکٹر کی بہت منت ساجت کی لیکن ڈاکٹر نہ مانا مجبوراً وہ گھر واپس آگیا۔ اس کے دل میں پھر

چوری کا خیال پیدا ہوا اور اس نے ایک جگہ کچھ رقم چرالی لیکن اس کی ماں نے اس رقم سے اپنا علاج کرانے سے صاف انکار کردیا اور کہا بیٹا! میں نے آج تک حرام کی کمائی نہیں کھائی۔ آج اسے کیسے استعمال کرلوں ماں کی ضد کی وجہ سے اس نے وہ رقم اسی جگہ واپس رکھ دی جہاں سے اٹھائی تھی۔

اگلے دن وہ سارا دن کام ڈھونڈتا رہا لیکن وہ محنت کا عادی نہیں تھا اور نہ ہی اسے کوئی کام آتا تھا اس لیے کوئی کام نہ ملا جس سے اسے سخت ندامت ہوئی۔ آج اس کی ماں کی بیماری میں کچھ زیادہ ہی اضافہ تھا اس لیے اس نے مجبور ہو کر بھیک مانگنی شروع کردی لیکن اسے چند سکوں کے سوا بھیک بھی کسی نے نہ دی۔ عدنان نے ایک بزرگ آدمی کے سامنے ہاتھ پھیلایا تو بزرگ آدمی نے اس کو کچھ رقم دیتے ہوئے کہا بیٹا! تم تندرست ہو، صحت مند ہو، بھیک مانگنا بے عزتی کی بات ہے انسان محنت سے سب کچھ حاصل کرسکتا ہے۔ اگر تم محنت کرو تو ایک دن میں لکھ پتی بن سکتے ہو۔ عدنان نے بزرگ کی طرف حیرانی سے دیکھا۔ بزرگ شاید اس کی پریشانی سمجھ گئے تھے بولے بیٹا! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ کوئی خیالی بات نہیں بلکہ میں تو حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ محنت سے انسان سب کچھ حاصل کرسکتا ہے محنت نہ کرے تو کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ بیٹے! ایک دفعہ حضور اکرم کے پاس ایک غریب مگر تندرست آدمی آیا اس نے آکر التجا کی کہ میرے پاس کھانے پینے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ میرے بچے بھوکے ہیں مجھے کچھ عنایت کریں۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تیرے پاس گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا میرے پاس گھر میں پینے کا ایک پیالہ اور کمبل کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ یہ دونوں چیزیں لے آؤ۔ وہ آدمی گیا اور دونوں چیزیں لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اپنے جاں نثار صحابہ کرام کو دکھاتے

ہوئے پوچھا ”تم میں سے کون ان چیزوں کا خریدار ہے؟ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان چیزوں کو ایک درہم میں خریدتا ہوں آپ ﷺ نے دوبارہ پوچھا کوئی اور جو ان چیزوں کے ایک درہم سے زیادہ قیمت دے سکے تو ایک اور صحابی نے ان چیزوں کو دو درہم کے بدلے خرید لیا۔ آپ ﷺ نے ایک درہم اس شخص کو دیتے ہوئے کہا جاؤ اس سے کھانے پینے کی چیزیں خریدو۔ اور دوسرے درہم کی ایک کلہاڑی لے آؤ وہ آدمی چلا گیا اور ایک کلہاڑی خرید لایا آپ ﷺ نے اسے اپنے دست مبارک سے ایک دستہ لگا دیا اور کہا کہ جاؤ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں بیچ دیا کرو وہ آدمی چلا گیا۔ دس پندرہ دن بعد وہ آدمی دوبارہ حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا میرے آقا! میرے پاس کھانے پینے کے خرچ کے علاوہ دس پندرہ درہم جمع ہو گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ محنت سے کام کرنا اچھا ہے یا بھیک مانگنا اچھا تھا۔ کہ قیامت کے دن تیرے چہرے پر بھیک کا داغ ہوتا؟۔

ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ محنت کو پسند فرمایا اس لیے محنت کیا کرو۔

یہ کہتے ہوئے بزرگ وہاں سے چلا گیا عدنان کے دل میں ہلچل سی مچ گئی اس کی سوچ تبدیل ہونے لگی۔ اس نے آئندہ محنت کرنے کا عزم کر لیا وہ گھر آیا اور ماں کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گیا ماں کی دوائی لے کر گھر آیا۔ نماز ادا کی اور خدا کے حضور کامیابی کی دعا مانگی اگلے دن اس نے باقی رقم سے کپڑے کا کاروبار شروع کر دیا اور دن رات محنت کرنے لگا اس نے بڑی محنت سے کام کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے کام میں برکت دی اور وہ لاکھوں روپے کا مالک بن گیا وہ اب کپڑے کا بہت بڑا تاجر تھا۔ یقیناً یہ اس کی مسلسل محنت اور بزرگ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ (آہ کا اثر : ۴۲ تا ۴۷)

اس واقعہ سے ایک بات بھی سمجھ آئی کہ اگر بیٹا والدین کی باتوں پر نہیں آتا تو والدین کو چاہیئے کہ کسی عقلمند شخص سے کہیں کہ وہ اس کے بیٹے کو نصیحت کرے یوں کافی امید ہے کہ بیٹا اچھا ہو جائے گا۔

⑧ اپنے بچوں کو آوارہ بچوں سے نہ کھیلنے دیں، آوارہ مجلسوں میں نہ بیٹھنے دیں، ان کے اٹھنے بیٹھنے پر گہری نظر رکھیں، اندھا اعتماد نہ کریں اس طرح اولاد کسی کام کی نہیں رہتی۔ بچوں کو ٹی وی سی ڈی اور فحش لٹریچر وغیرہ مضر اور بگاڑ پیدا کرنے والی چیزوں سے بچا کر رکھیں۔

⑨ رمضان المبارک کے روزے ان سے سات آٹھ سال کی عمر سے ہی رکھوانے شروع کرائیں ورنہ بڑے ہو کر آپ کی بات نہیں مانیں گے۔ صحابہ کرام اپنے بچوں کو روزہ رکھواتے تھے اگر اپنے بچوں سے روزا رکھوائیں تو کئی لوگ اسے ظالم کے نام دیتے ہیں حالانکہ صحابہ کی سنت ہے۔

صحابہ اپنے چھوٹے بچوں سے روزہ رکھواتے تھے:

حضرت ربیع بنت عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کی صبح کو انصار کے محلوں میں پیغام بھیجا کہ جس نے صبح کو کچھ کھا پی لیا ہے تو وہ سورج غروب ہونے تک اب کچھ نہ کھائے اور جس نے صبح کو روزہ رکھ لیا تھا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔

اس کے بعد ہم خود روزہ رکھا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو روزہ رکھوایا کرتے تھے (اگر وہ بھوک پیاس کی وجہ سے پریشان کرتے تھے) تو ہم کپاس کی گڑیاں بنا کر ان کا دل بہلاتے رہتے حتی کہ افطار کا وقت آ پہنچتا تھا۔

بخاری، کتاب الصوم، باب صوم الصبیان……رقم……

فائدہ= معلوم ہوا کہ اپنی کم عمر اولاد کو نماز، روزہ کی پابندی کرانی چاہیے چاہے بچوں پر

بوجھ گزرے۔

⑩ جو پیسے آپ مسجد میں جہاد میں یا کسی دوسری مد میں خرچ کرنا چاہتے ہیں آپ وہ پیسے اپنے بچے کے ہاتھ میں تھما دیں اور اس کے ہاتھ سے دلوائیں تاکہ اس کو بھی اللہ کے راستہ میں پیسہ خرچ کرنے کا شوق پیدا ہو اور بڑا ہو کر وہ بھی سخی بنے۔

⑪ اگر آپ کا بچہ کوئی اچھا کام کرتا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کریں اس سے محبت بھرے لہجے سے شاباش دیں اور اس کے کام کو سراہیں اور اسے انعام دیں اور اسے کہیں کہ اگر ایسے اچھے کام کرو گے تو اللہ راضی ہوگا آپ کو جنت ملے گی وغیرہ وغیرہ۔

○ اگر آپ کا بچہ غلط کام کر بیٹھتا ہے تو اسے سمجھائیں اور پیار سے اسے کہیں کہ بیٹا اس کام سے اللہ ناراض ہوتا ہے ایسا کام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا۔ جنت اور جہنم کا تعارف اسے کرائیں وغیرہ وغیرہ اگر وہ باز نہ آئے اور دوبارہ ویسی حرکت کرے تو اسے ڈانٹ ڈپٹ کریں دھمکائیں اور سمجھائیں اگر وہ پھر بھی باز نہ آئے تو اسے کھانا نہ دیں اس کی خرچی بند کردیں یا معمولی سزا دیں اس کو بہت زیادہ نہ ماریں اس طرح بچہ خراب ہو جاتا ہے۔

یعنی بچے کو مارنے کا حربہ سب سے آخر میں اپنائیں حتی الامکان مارنے سے پرہیز کریں اگر مارنے کا موقع آجائے تو مناسب طریقے پر ماریں بے تحاشہ نہ ماریں ورنہ بچہ آپ کے ہاتھوں سے نکل جائے گا بڑا ہو کر سنگ دل اور ظالم بنے گا۔

⑫ بچے کو جھوٹ بولنے، دھوکہ دینے، چوری کرنے، گالی نکالنے، بڑوں کی بے ادبی کرنے وغیرہ وغیرہ معاشرے کی بدکرداریوں سے بچایا جائے اور اسے اچھے

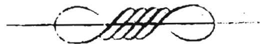
اخلاق اور چھوٹے سے پیار بڑے کا ادب کرنے لاچار لوگوں کی مدد کرنے کی تعلیم دی جائے اور اس کے سامنے کوئی خلاف شرع کام یا خلاف شرع بات نہ کریں اور اس کے سامنے ایسا کوئی واقعہ نہ بیان کیا جائے جس سے اسے معلوم ہو کہ جھوٹ یوں بھی بولا جاتا ہے چوری اس طرح بھی کی جاسکتی ہے دھوکہ اس طرح بھی کیا جاسکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

واقعہ بیان کرتے وقت ہمیں شعور نہیں ہوگا کہ ہم کیا کر رہے ہیں لیکن بچہ اس واقعہ سے غلط تعلیم لے رہا ہوگا۔

⑬ بچے کو زیادہ دیر بھوکا نہ رکھا جائے اور نہ ہی اسے حد سے زیادہ کھانا کھانے دیا جائے بچے کو سگریٹ، حقہ، افیون اور نیند لانے والی گولیاں وغیرہ مخرب اخلاق چیزوں کے نزدیک بھی نہ بھٹکنے دیا جائے اس سے بچے کی اخلاقیات پر برا اثر پڑتا ہے۔

⑭ بچے کو وہ کھیل کھیلنے کی اجازت دی جائے جس میں پیسہ نہ لگے اور کسی کو نقصان پہنچنے کا عموماً خطرہ نہ ہو اور خوب ورزش ہو اور جسم کھل جائے بچوں کی طرح بچیاں بھی کھیل سکتی ہیں لیکن لڑکیاں ایسے کھیل سے پرہیز کریں جس سے بچوں میں میل جول ہو۔

○ اپنی بچیوں کو پردہ کا پابند کریں ورنہ بے پردگی کسی بڑے نقصان کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے۔



بیٹی کو بے پردہ رکھنے کا نتیجہ

ایک عبرت آموز واقعہ

ایک بہن بیان کرتی ہیں کہ میرا تعلق پٹھان فیملی سے ہے ہم دس بہن بھائی تھے۔غربت میں دن گزرتے تھے۔ مکان بھی تنگ تھا ہم تمام بھائی بہنیں خوبصورت تھے۔غربت کی وجہ سے نہ سکول نہ ہی مسجد جاتے تھے۔ میں گھر میں بہن بھائیوں سے بڑی تھی اپنے شوق سے پڑھنا لکھنا سیکھ لیا اور چھوٹوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیا اس کے بعد وہ کبوتر بازی اور آوارگی میں لگ گئے گھر میں طرح طرح کے فحش رسالے آتے وہ سب مل کر پڑھتے اور سنتے ماں باپ کو صرف دنیا کے کام کاج سے فرصت نہ تھی۔ ہمارے پڑوس میں ایک نیک اماں رہتی تھی۔ وہ میری امی جان کو اپنے گھر بلواتیں اور کچھ کام کاج کرواتیں اور کچھ معاوضہ بھی دیتیں اور وصیتیں کرتیں کہ اپنے بچوں کو مسجد بھیجا کریں ان کو نماز سکھائیں۔تمھاری آخرت سنور جائے گی۔

امی کہتی خیر ابھی چھوٹی عمر ہے بڑے ہو کر خود سنور جائیں گے ہمارے اکثر لوگ ایسے ہی کلمات کہہ دیتے ہیں زندگی چلتی رہی میرے رشتے آنے شروع ہو گئے۔آخر جو جگہ متعین تھی میرا رشتہ ہو گیا۔ میرے شوہر تنویر خاں اچھے آدمی تھے اور میرے سسرال کچھ کھاتے پیتے لوگ تھے۔ میری غربت کی وجہ سے اتنی قدر نہ تھی اور میں انھیں حساب سے رکھتی تھی۔ زندگی خوشیوں سے بھر گئی ۔والدین کی تنگدستی سے نکل کر سکھ کا سانس لیا۔ وقتاً فوقتاً سکوٹر پر بیٹھ کر والدین کو مل کر واپس چلی جاتی۔ میرے سسرال بھی متوسط دیندار تھے۔ میرے شوہر ہم کو کبھی کبھار پردے کا کہتے لیکن ہمارے

کانوں پر جوں تک نہ رینگتی ۔کون تھا جو ہمارے راستے میں رکاوٹ بنتا۔ ایک دن میرے شوہر میرے ساتھ امی کے گھر آئے۔ چھوٹے بہن بھائیوں نے آئس کریم کھانے کی فرمائش کردی ۔ ہم تمام مل کر آپس میں ہنسی مذاق کرتے۔ وہ ہماری فرمائشیں بھی پوری کرتے۔ یوں دن گزرتے گئے میں ایک دن حسب معمول میکے آئی میرے چھوٹے بہن بھائی میرے شوہر سے خوب ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ کرتے رہے اور میں بھی اس بے غیرتی کا خوب مشاہدہ کرتی رہی۔ میرے ماں باپ اور بہن بھائی بھی سالیوں کو آدھی گھر والیاں بنتا دیکھ کر بہت خوش تھے چھوٹے بھائی نے کہا کہ آج اتوار ہے سکول سے چھٹی ہے چلو سیر کو چلیں۔ میرے شوہر بھی تیار ہو گئے۔ انھیں لاہور کے سب پارک بلکہ یوں کہیں کہ سب بے حیائی اور فحاشی کے اڈے معلوم تھے آخر ایک معروف پارک کا انتخاب ہوا میرے شوہر دین کرائے پر لے آئے۔

میری بہنیں اور اس کی کچھ سہیلیاں بھی تیار ہو گئیں۔ ہم خوب بن سنور کر پارک میں پہنچ گئے۔ ہم میاں بیوی تنہا ایک گوشے میں بیٹھ گئے اور میرے میاں نے میری بہنوں اور ان کی سہیلیوں اور اپنے دوست کو ٹکٹ لے کر دے دیا تاکہ وہ ناچیں کودیں، اور خوب مزے اڑائیں۔ ایک گھنٹے کے بعد ہم نے دیکھا کہ میری بہنیں چیخ چیخ کر بولتی چلی آرہی تھیں اور ان کے ساتھ دو جوان لڑکے آرہے تھے اور ان کو مذاق کرتے تھے میرے میاں جلدی سے اٹھے اور ان کی طرف چل دیے قریب گئے تو پتہ چلا کہ ان لڑکوں نے ان کو آوازے کسے اور چھیڑ چھاڑ کی ہے۔ تنویر کو سن کر بڑا غصہ آیا اور ان لڑکوں سے مخاطب ہو کر پوچھا تمھیں کیا تکلیف ہے؟ انھوں نے مسکرا کر جو جملہ کہا وہ اتنا نازیبا تھا کہ وہ لکھا نہیں جا سکتا۔ میرے شوہر کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور ایک کو گریبان سے پکڑا اور اس کے سر پر جوتوں کی بارش کردی اور دوسرا وہاں سے بھاگ نکلا لوگ جمع ہو گئے اور انھوں نے چھڑوا دیا اب اسی بدمزگی سے ہماری پکنک کا

مزا کرکرا سا ہو گیا۔ ہم نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ ہم سب گاڑی میں بیٹھ کر چل دیے۔
گاڑی پارکنگ سے نکل کر تھوڑی دور گئی تھی کہ ایک شخص نے اسے ہاتھ دے کر روکا
پھر اچانک بجلی کی سے تیزی سے وہ دونوں جن سے پارک میں لڑائی ہوئی تھی وہ گاڑی
کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ ایک کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اس نے ڈرائیور پر پستول
تان کر کہا اسے نیچے اتار دو، اس کا اشارہ میرے شوہر کی طرف تھا۔ میرا دل مٹھی میں
آ گیا۔ سب کے چہروں کے رنگ فق ہو گئے۔ میرے شوہر کا چہرہ پسینے میں ڈوب
گیا۔ وہ غنڈے گاڑی میں گھس گئے اور میرے خاوند کو گھسیٹ کر نیچے لے آئے اور
اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ آہ! وہ کتنا دردناک اور کتنا قیامت خیز لمحہ تھا۔ وہ غنڈے
فوراً فو چکر ہو گئے اور میں بھرے بازار میں لٹ گئی۔ مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی
میرا سہاگ لٹ گیا میں میت لے کر گھر پہنچی میرے آس پاس اندھیرے ہی
اندھیرے تھے۔ شیطان کتنا خوش تھا کہ اس نے دو گھر اجاڑ دیے۔ اگر ہم اسلام پر
چلتے تو اس طرح کبھی نہ لٹتے اگر ہم اپنی عصمتوں کو بازار میں نہ رکھیں تو کوئی
انھیں چرانے کی کوشش کیوں کرے۔ میں سوچتی رہی سوچ سوچ کر پاگل ہو گئی۔ جس
روز میری عدت پوری ہوئی اس روز میں ایک بچی کی ماں تھی میں ان سوچوں میں گم
ہو گئی کہ اس معصوم کو کیا بتاؤں کہ تیرا باپ کس نے چھینا؟ کیا کہوں گی؟ بیٹی تیرے
باپ کا قاتل کون ہے؟ میں اپنی معصوم بیٹی کا معصوم چہرہ دیکھتی ہوں تو یہ سوال مجھے
تڑپانے لگتا ہے اس کی ننھی ننھی آنکھیں پوچھتی ہیں۔ امی میرے باپ کو کس نے مارا
؟ میں نے مارا تمھارے باپ کو میری بہنوں نے مارا۔ میرے ہونٹوں پر الفاظ بڑ
بڑانے لگتے ہیں۔ میرا میکے جانے کو دل نہیں چاہتا میں اپنی بہنوں سے نفرت کرتی
ہوں مجھے ہر بے پردہ عورت سے نفرت ہے جو مردوں سے حیا اور ایمان چھین لیتی ہیں
میں نے قرآن پاک کا ترجمہ اور حدیث کا مطالعہ شروع کر دیا۔ سورۃ نور، سورہ

احزاب جو مسلمان عورتوں کے لیے قلعہ ہیں۔ کاش میری ماں نے مجھے شروع سے اس قلعہ میں محفوظ کر دیا ہوتا۔ کاش میں پردے کے پیچھے چھپ جاتی آج اتنی دکھی نہ ہوتی۔ کاش میری مسلمان بہنیں میرے دکھ کو سمجھ سکیں اور میرے انجام سے عبرت سیکھیں میری آپ بیتی سے سبق سیکھیں۔ میں سب کے لیے دعا کرتی ہوں وہ میرے لیے دعا کریں اور میری بیٹی کے لیے دعا کریں کہ وہ ایسی عورت بن جائے جو مسلمان عورت ہو۔ اہل ایمان عورت ہو، عامل قرآن عورت ہو۔ آمین
یہ تھی میری بہن کی درد اور رقت آمیز کہانی بس میں اتنا کہوں گی۔

(فاعتبروا یا اولی الالباب)

⑮ بچوں کو تعلیم اور دینی امور کی پابندی کے ساتھ ساتھ کوئی ہنر ضرور سکھانا چاہیے تا کہ ملازمت نہ ملنے اور بے روزگاری کی صورت میں ہنر کام میں آجائے۔ خصوصاً لڑکیوں کو کوئی ہنر ضرور سکھانا چاہیے اس کے بڑے فائدے ہیں ایک فائدہ یہ ہے کہ جب لڑکی کی شادی ہوگی تو وہ اپنے گھر میں اپنے ہنر کے ذریعے کچھ کما کر خاوند کی ہتھیلی پر رکھے گی تو اس سے خاوند کے دل میں بیوی کی محبت پیدا ہوگی اور یوں وہ کامیاب زندگی گزاریں گے۔

⑯ اپنے بچوں کی شروع سے ہی اچھی تربیت کرنا انھیں اچھے کاموں کی ترغیب دینا، برے کاموں سے بچا کر رکھنا یہ انبیاء اور صحابہ کرام اور نیک لوگوں کی سنت اور طریقہ ہے ہمیں بھی اپنی اولاد کی تربیت کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ اولاد کی مثال پودے کی سی ہے کہ جب پودا چھوٹا ہوتا ہے اس وقت اسے سیدھا کرنا آسان ہوتا لیکن جب پودا درخت بن جاتا ہے تو اسے سیدھا کرنا ناممکن ہے اسی طرح اولاد کو بچپن میں ہی نیک بنانا آسان ہے بعد میں ناممکن۔ لہٰذا بچپن سے اولاد کو کلمہ۔ نماز وغیرہ کی تعلیم دینی چاہیے۔ ایک واقعہ

ملاحظہ کریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں نے ان کی تربیت کیسے کی:

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لے آئیں ان کے شوہر کہیں سفر میں گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے تو کہنے لگے:

« اَصَبَوْتِ ؟ »

"کیا تو بے دین ہو چکی ہے۔"

تو انھوں نے جواب دیا:

« مَا صَبَوْتُ وَ لٰكِنِّیْ اٰمَنْتُ بِهٰذَا الرَّجُلِ »

"میں بے دین نہیں ہوئی بلکہ میں اس آدمی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لا چکی ہوں۔"

پھر انھوں نے خاوند کی مخالفت کے باوجود اپنے ننھے بیٹے انس کو تعلیم دی کہ وہ «اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ » کہے۔ تو انس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد کو معلوم ہوا تو کہنے لگا:

« لَا تُفْسِدِیْ عَلَیَّ ابْنِیْ »

"میرے بچے کو مت بگاڑ۔"

تو وہ جواب دیتیں ہیں:

« لَا اُفْسِدُهٗ »

"میں اس کو بگاڑ نہیں رہی۔" (بلکہ اسے اچھا بنا رہی ہوں)

مذکورہ تدابیر بے حد مفید ہیں لیکن ان سے بڑھ کر والدین کی اولاد کے لئے

دعائیں ہیں والدین کی اولاد کے حق میں بددعا اور دعا دونوں جلدی قبول ہوتی ہیں اس لئے والدین کو چاہیے کہ وہ اولاد کے لیئے نیک دعائیں کریں بددعا نہ کریں ان کے لئے صرف مال و دولت کی دعا نہ کریں بلکہ اس مال و دولت کی دعا کریں جو اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے اور کسی کی ظاہری شان وشوکت دیکھ کر اولاد کے لئے اسی طرح کی شان وشوکت کی دعا نہ کریں بلکہ اللہ سے خیر وعافیت کی دعا کریں۔ ذیل مین ایک واقعہ پڑھیں جس سے معلوم ہوگا کہ دنیا کی کئی چیزیں دیکھنے میں اچھی لیکن حقیقت میں بری ہوتی ہیں اور کئی چیزیں ظاہراً بری ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں اچھی ہوتی ہیں۔

دودھ پیتا بچہ بول اٹھا:

بنو اسرائیل کی ایک عورت اپنے دودھ پیتے بچے کو اپنا دودھ پلا رہی تھی ...... قریب سے ایک سوار گزرا جو بڑا عزت دار لگ رہا تھا، خوش پوش تھا، خوب ٹھاٹھ باٹھ تھی ...... یہ عورت اسے دیکھتے ہی اپنے رب سے دعا کرنے لگی: ''اے اللہ! میرے بچے کو بھی اس جیسا بنا دے۔'' بچے نے جو اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا، پستان کو چھوڑا اور گفتگو کرنے لگ گیا۔ وہ اپنے اللہ سے کہنے لگا: ''اے اللہ! مجھے اس شخص جیسا نہ بنانا۔'' یہ جملہ کہنے کے بعد وہ دوبارہ اپنی ماں کا دودھ پینے لگ گیا...... اسی عورت کے سامنے دوسرا منظر اس طرح بپا ہوا کہ اس کے قریب سے لوگ اپنی ایک لونڈی کو مار پیٹ کر لے جا رہے تھے کہ بچے کی ماں نے جب اسے کسمپرسی کی حالت میں مار کھاتے دیکھا تو کہا: ''اے اللہ! میرے بیٹے کو اس طرح کا نہ بنانا۔'' بچے نے دوبارہ ماں کا دودھ چھوڑا اور کہنے لگا: ''اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنانا۔'' ماں نے اپنے شیر خوار بولتے ہوئے بچے سے پوچھا: ''تو ایسا کیوں کہہ رہا ہے؟'' بچے نے اپنی ماں کو بتلایا: ''وہ جو سوار شخص تھا وہ ظالموں میں سے ایک ظالم شخص تھا ...... اور جہاں تک اس

لونڈی کا تعلق ہے جسے اس کے مالک مار رہے تھے، وہ اسے کہہ رہے تھے کہ تم نے چوری کی اور بدکاری کی حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔"

بچوں کے بگاڑنے کے کئی اسباب:

ٹی وی، وی سی آر، ڈش، ریڈیو، فحش لٹریچر، سیر گاہیں، منشیات، ٹیلی فون، انٹرنیٹ، گندے دوستوں ...... سے دور رکھا جائے اور بچوں کو دین کی معمولی معمولی باتوں سے آگاہ کرنا چاہیے اور ان کو دینی کام کی پیروی کرنے کا پابند کیا جائے۔



بچے کی پیدائش سے بلوغت تک کے
ضروری مسائل

بچے کی ولادت پر بشارت اور مبارک باد دی جاسکتی ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ »

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔''

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا ہمدرد ہوتا ہے اس کے نفع پر خوش اور اس کے نقصان پر غمزدہ ہو جاتا ہے یہ اور بات ہے کہ ہمارے اس معاشرے میں یہ چیز ختم ہو گئی ہو ورنہ فطرتاً انسان بھائی کے نفع پر خوش اور نقصان پر غمزدہ ہوتا ہے جب کسی مسلمان کے ہاں بچہ یا بچی پیدا ہو تو دوسرے مسلمانوں کو اس پر خوش ہونا چاہیے کہ اللہ نے اسے اولاد سے نواز دیا ہے اس لئے اور اسے جا کر مبارک باد دینی چاہیے مبارک باد کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بچے یا بچی کی عمر میں برکت کرے اللہ اسے نیک بنائے، بچے کی پیدائش پر برکت کی دعا دینا یعنی مبارک باد پیش کرنا سنت نبوی ﷺ ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَ يُحَنِّكُهُمْ »

"نبی کریم ﷺ کے پاس (نومولود) بچے لائے جاتے تھے آپ ﷺ ان کے لیے برکت کی دعا فرماتے تھے اور انھیں گھٹی دیتے تھے۔"

مسلم، کتاب الادب، باب استحباب تحنيك المولود، رقم٥٥٨٤

اسی طرح حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما نے اپنے بچے کے متعلق بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے بچے کو گھٹی دی اور برکت کی دعا کی۔ حوالہ مذکور، رقم:٥٥٨٢

اسی طرح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے بچے کے لیے برکت کی دعا کی تھی۔

مذکورہ حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بچے یا بچی کی پیدائش پر مبارک باد دینا یعنی برکت کی دعا کرنا سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے اس لیے ہم اپنے بھائی کو بچے کی ولادت کے موقع پر ضرور مبارک دیں۔

بچے کی ولادت پر مبارک دینا اور بچی کی پیدائش پر غم زدہ ہونا یہ جاہلیت کی رسم ہے ورنہ اسلام میں بچی کا بہت اعلیٰ مقام ہے اس کی تربیت و پرورش کرنا جنت کی ضمانت ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

بچے کی پیدائش پر گھٹی دینا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت ام سلیم کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ اسے نبی ﷺ کے پاس اٹھا کر لے جاؤ اور مجھے چند کھجوریں بھی پکڑا دیں میں جب خدمتِ نبوی ﷺ میں پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ (گھٹی دینے کے لیے) کوئی چیز ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں چند کھجوریں ہیں۔

« فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَمَضَغَهَا ثُمَّ اَخَذَهَا مِنْ فِيهِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِي الصَّبِيِّ ثُمَّ حَنَّكَهُ وَ سَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ »

''آپ ﷺ نے کھجور لی اور اسے چبایا پھر اپنے منہ مبارک سے نکال کر بچے کے منہ میں ڈال کر گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔''

بخاری، کتاب الجنائز، باب من لم یظهر حزنه عند المصیبة، رقم:.....

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« وُلِدَ لِیْ غُلَامٌ فَاَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَسَمَّاهُ اِبْرَاهِیْمَ وَ حَنَّکَهٗ بِتَمْرَةٍ »

''میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا میں اسے نبی مکرم ﷺ کے پاس لے گیا آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور سے اس کو گھٹی دی۔''

اس طرح حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا اس وقت میں قباء کے علاقے میں رہائش پذیر تھی میں وہ بچہ اٹھا کر نبی کریم ﷺ کے پاس لائی تو آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں لے لیا پھر آپ ﷺ نے کھجور منگوائی، آپ ﷺ نے اسے چبا کر بچے کے منہ میں ڈال دیا چنانچہ بچے کے پیٹ میں سب سے پہلے جو چیز داخل ہوئی وہ آپ ﷺ کا لعاب مبارک تھا۔

« ثُمَّ حَنَّکَهٗ بِالتَّمْرَةِ ثُمَّ دَعَا وَ بَرَّكَ عَلَیْهِ »

''آپ ﷺ نے اس کو کھجور کی گھٹی دی پھر اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔'' مسلم، کتاب الادب، باب استحباب تحنیك المولود، رقم:٥٥٨٢

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب بچہ پیدا ہو تو اسے کسی نیک شخص کے پاس لے جایا جائے اور اس کو گھٹی دلائی جائے اور برکت کی دعا کرائی جائے۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچے کو پیدائش کے فوراً بعد گھر سے باہر لے جایا جا سکتا ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ بچے کو چالیس دن تک گھر سے باہر نہ لے جایا جائے۔ اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

بعض لوگ بچے کو پیدائش کے بعد اللہ کی حفاظت میں دینے کے بجائے مختلف جاہلانہ ٹونے کرتے ہیں کہ بچے کی چارپائی کو لوہے کی زنجیر اور تالا لگا دیا جاتا ہے یا درختوں کے پتے دروازے پر لٹکا دیے جاتے ہیں یہ تمام باتیں جہاں جاہلانہ ہیں وہاں ان سے شرک کی بھی بدبو آتی ہے کیونکہ چھوٹوں بڑوں بلکہ ہر چیز کا محافظ اللہ رب العالمین ہی ہے اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ ﴾

(الانعام:۱۷)

''اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں دور کرسکتا۔''

بچے کو گھٹی کھجور کی ہی دی جائے ہاں اگر کھجور میسر نہ ہو تو کوئی سی میٹھی چیز بطور گھٹی دی جاسکتی ہے۔

بچے کا نام کیسا ہو اور کب نام رکھا جائے؟

حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَمَرَ بِتَسْمِيَةِ الْمَوْلُوْدِ يَوْمَ سَابِعِهٖ »

''آپ ﷺ نے ساتویں دن بچے کا نام رکھنے کا حکم فرمایا تھا......''

ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی تعجیل اسم المولود، رقم......

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ نام ساتویں دن رکھنا چاہیے پہلے نہیں رکھا جاسکتا بلکہ ساتویں دن سے پہلے بلکہ بچے کی ولادت کے دن یا بچے کی ولادت سے پہلے بھی نام رکھنے کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے۔

مثلاً قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا واقعہ بیان ہوا ہے اس میں یہ لفظ ہیں:

﴿ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ﴾

(ھود: ۷۰)

''ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو حضرت اسحاق کے پیدا ہونے کی اور پھر حضرت اسحاق کی اولاد میں حضرت یعقوب کی ولادت کی خوشخبری دی۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ ﴾

''اے زکریا! ہم آپ کو یحییٰ نامی بچے کی بشارت دیتے ہیں۔''

اس کے علاوہ پچھلے عنوان میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے کو گھٹی دیتے وقت اس کا نام ابراہیم رکھا تھا۔

اور حضرت ابو قتادہ کے بیٹے کو گھٹی دیتے وقت اس کا نام آپ نے عبداللہ رکھا تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« وُلِدَ لِيَ اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ »

''آج رات میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے میں نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر ابراہیم رکھا ہے۔''

مسلم کتاب الفضائل باب رحمتہ e الصبیان......رقم......

ان کے علاوہ کئی احادیث اور بھی ہیں جن میں بچے کا نام ساتویں دن سے پہلے رکھنے کا جواز ملتا ہے۔ اس لئے بچے کا نام پہلے دن یا دوسرے تیسرے دن بھی رکھا جاسکتا ہے ان مختلف احادیث کے درمیان تطبیق یہی ہے کہ نام ساتویں دن سے پہلے بھی رکھا جاسکتا ہے لیکن ساتویں دن سے لیٹ نام نہ رکھا جائے۔ اللہ اعلم

نام کیسا رکھا جائے اور کیسے نام ممنوع ہیں؟

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« اِنَّ اَسۡمَاءِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی عَبۡدُ اللّٰهِ وَ عَبۡدُ الرَّحۡمٰنِ »

''تمام ناموں میں سے اللہ کو زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔''

مسلم، کتاب الاداب، باب النهی عن التکنی بابی القاسم وبیان ما یستحب من الاسماء، رقم......

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ کو صرف یہ دو نام ہی پسند ہیں دوسرے نام ناپسند ہیں اگر بات ایسی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء کا نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہی رکھتا۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے جس نام کے ساتھ بھی عبد کا لفظ لگا دیا جائے وہ اللہ کو پیارا ہے مثلاً عبدالصبور، عبدالقدوس، عبدالجبار، عبدالغفار، وغیرہ۔

کسی نبی کا نام بھی رکھا جا سکتا ہے جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے بیٹے کا اور حضرت ابوموسیٰ کے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا تھا۔

صحابہ کرام کے وہ نام جو آپ ﷺ نے تبدیل نہیں کیے وہ بھی رکھے جا سکتے ہیں مثلاً ابوبکر، عمر، عثمان، علی، فاطمہ، عائشہ، رقیہ، وغیرہ۔

نیچے ان ناموں کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے آپ ﷺ نے منع کیا یا کچھ نام آپ ﷺ نے بدل دیے ان کے علاوہ کوئی نام بھی رکھا جا سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اِنَّ اَخۡنَعَ اِسۡمٍ عِنۡدَ اللّٰهِ رَجُلٌ یُسَمّٰی مَلِکَ الۡاَمۡلَاکِ »

''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بدترین نام اس شخص کا ہے جس کو ملک

الاملاک (یعنی بادشاہوں کا بادشاہ یا شہنشاہ) کہا جائے۔"

بخاری ، کتاب الادب، باب ما ابغض الاسماء الی اللّٰہ تعالیٰ، رقم......

اس نام میں تکبر کی بو ہے اللہ کو تکبر پسند نہیں ہے اس لیے ایسے نام نہ رکھے جائیں جن میں تکبر (اپنی بڑائی) کے معنی ہوں

حضرت ہانی بن شریح جب مدینہ میں گئے آپ ﷺ نے ان کی قوم سے سنا کہ وہ حضرت ہانی کو ابو الحکم (فیصلہ کرنے والا) کا لقب دے رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: حکم تو اللہ ہے فیصلہ بھی اس کا چلتا ہے لوگ تم کو ابو الحکم کیوں کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ میری قوم جب کسی معاملہ میں اختلاف کرتی ہے پھر وہ میرے پاس فیصلہ لے کر آتی ہے میں ان کے لیے جو فیصلہ کر دیتا ہوں اس پر میری قوم راضی ہو جاتی ہے۔اس لیے مجھے یہ نام دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج کے بعد تم ابوالحکم نہیں بلکہ اپنے بیٹے شریح کے نام پر ابوشریح ہو۔ ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی تغییر الاسم القبیح، رقم......

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام رکھنا منع ہے ہاں اگر اللہ کے کسی نام کے ساتھ عبد یا عبید کا اضافہ کر کے عبد الجبار، عبد الغفار وغیرہ رکھنا درست اور جبار، غفار وغیرہ نام رکھنا غلط ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ لوگ آئے وہ کسی کو عبد الحجر (پتھر کا بندہ) کا نام دے کر پکار رہے تھے آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تمھارا نام کیا ہے؟ تو اس نے کہا میرا نام عبد الحجر ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج کے بعد تم عبد الحجر (پتھر کا بندہ) نہیں بلکہ عبد اللہ (اللہ کا بندہ) ہو۔

مصنف ابن ابی شیبہ ، کتاب الادب، باب فی تغییر الاسماء، رقم......

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخلوق کے نام کے ساتھ عبد کا لفظ لگا کر نام رکھنا

ممنوع ہے مثلاً عبدالجبل ،عبدالمصطفیٰ ،عبدالحسین، وغیرہ

حضرت زینب کا نام برہ(نیک و کار) تھا اس نام پر اعتراض ہوا کہ تو اپنی پاکیزگی کا اعلان کرتی ہے پھر آپ ﷺ نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔

بخاری، کتاب الاداب، باب تحویل الاسم ، رقم......

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ غَیَّرَ اِسْمَ عَاصِیَۃَ وَ قَالَ اَنْتِ جَمِیْلَۃٌ »

”نبی مکرم ﷺ نے عاصیہ(نافرمان) کا نام بد ڈالا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا آج کے بعد تم جمیلہ(خوبصورت) نام والی ہو۔“

مسلم، کتاب الاداب، باب استحباب تغییر الاسم القبیح الی حسن ،رقم......

لہٰذا جس نام میں اپنی تنقیص ہوتی ہو وہ نام نہ رکھا جائے اس لیے نبی کریم ﷺ نے کتنے نام بدل ڈالے تھے۔مثلاً ایک شخص کا نام اصرم(کٹا ہوا) تھا آپ ﷺ نے اس کا نام زُرْعہ(لہلہاتا ہوا) رکھا تھا۔

اس طرح ایک شخص کا نام حَزَنُ (غمزدہ، جس پر پریشانی کے آثار نمایاں ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا تمھارا نام حزن نہیں بلکہ سھل (خوش وخرم) ہے لیکن اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرے باپ نے جو میرا نام رکھ دیا ہے میں اسے نہیں بدل سکتا جب اس نے آپ ﷺ کا منتخب کردہ نام قبول نہ کیا تو اس کی نسل ایسی پیدا ہوئی کہ اگرچہ وہ خوش وخرم ہوتے تھے لیکن محسوس ایسا ہوتا تھا کہ جیسے ان کو کوئی غم لاحق ہوا ہے۔

بخاری، کتاب الادب، باب تحویل الاسم،رقم......

اسی طرح عاص(نافرمان) شیطان، غراب(کوّا) شہاب(آگ کا شعلہ) وغیرہ نام بھی آپ ﷺ نے بدل ڈالے تھے۔لہٰذا ایسے نام رکھنے سے پرہیز کیا جائے

جن میں انسان کی توہین ہوتی ہو۔ اس طرح مشہور کفار جو قابل نفرت ہیں ان کے نام بھی نہ اپنائے جائیں۔ مثلاً قارون، فرعون، ہامان وغیرہ۔

نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں ابو القاسم کنیت رکھنے سے منع فرمادیا تھا۔

بخاری، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ، تسموا باسمی، رقم......

لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ والی کنیت رکھی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کائنات ﷺ سے عرض کی، یا رسول اللہ! اگر آپ کے بعد میرے ہاں بیٹا ہو تو کیا میں اس کا نام قاسم اور کنیت ابو القاسم رکھ سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ الجمع، رقم......

لہٰذا اب ابو القاسم کنیت رکھی جا سکتی ہے۔ جب کسی بچے کا نام رکھنا ہو تو اچھا نام رکھا جائے اور اسی نام سے ہی پکارا جائے بعض لوگ پیار کی غرض یا غصے کی وجہ سے نام بدل ڈالتے ہیں۔ بھولا، ٹینڈو، ببلو، وغیرہ نام رکھ لیتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾ (الحجرات: ۱۱)

”انھیں برے ناموں سے نہ پکارو۔“

بچوں کے درست نام لینے سے بھی بچوں میں شعور اور اہلیت پیدا ہوتی ہے اور برے اور غلط نام سے ان کی اہلیت اور نیکی برا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے غلط نام بچے کو نہ دیا جائے۔

عقیقہ لازمی طور پر کیا جائے:

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ »

''ہر بچہ اپنے عقیقے کے بدلے (اللہ کے ہاں) گروی رکھا ہوا ہوتا ہے اس لیے ساتویں دن اس کا عقیقہ (کر کے اسے گروی سے آزاد) کیا جائے۔''ابوداؤد، کتاب الاضاحی ، باب العقیقة، رقم......

یعنی بچے کا اگر عقیقہ کیا جائے گا تو بچہ آزاد کرا لیا جائے گا اگر وہ بچپن میں فوت ہو گیا تو قیامت کے دن والدین کی سفارش کرے گا اگر وہ زندہ رہا اور بلوغت کے بعد نیک اعمال کرے گا تو ان سے والدین کو نفع ملے گا اگر عقیقہ نہ کیا گیا تو یہ مقام والدین کو حاصل نہیں ہو گا۔

احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے عقیقہ کرنے کا حکم دیا ہے اور خود بھی حسن وحسین کا عقیقہ کیا تھا اور یہ بھی فرما دیا کہ بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی رکھا ہوتا ہے ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ ضروری امر ہے اس کے بغیر گزارا نہیں ہے لہٰذا عقیقہ ضرور کرنا چاہیے۔

ہاں اگر کسی میں عقیقہ کرنے کی طاقت نہیں ہے یا کسی اور مجبوری سے وہ عقیقہ نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس شخص پر حرج ضرور ہے جو طاقت رکھتا ہو اور عقیقہ نہ کرے۔ اگر ایک شخص کو عقیقے کا علم ہی نہیں تھا یا اسے یہ علم نہیں تھا کہ گر عقیقہ نہ کیا گیا تو بچہ گروی رہے گا اپنی عوم علیست وہ عقیقہ نہ کر سکا۔ جب وقت گزر گیا اسے عقیقے کی اہمیت بعد میں معلوم ہوئی تو امید ہے اسے اللہ معاف فرما دے گا اب صدقہ کردے عقیقہ اس سے ساقط ہو گیا ہے۔

بعض لوگ شادی غمی ، خوشی کی دنیاوی رسومات پر لاکھوں روپے اڑا دیتے ہیں لیکن جب عقیقے کی باری آتی ہے تو مختلف بہانے بناتے ہیں کہ جی ہم مقروض ہیں اس وقت پیسے نہیں قرض اٹھا کر یہ نیکی کا کام کیوں کریں، وغیرہ وغیرہ۔

سوچنے کی بات ہے کہ عقیقہ انسان کی گردن پر اچانک تو نہیں آن پڑتا کہ انسان

اس کی تیاری نہیں کر سکتا، دیکھیں بعض عورتوں کو حمل ٹھہرتے ہی علم ہو جاتا ہے کہ حمل ٹھہر گیا ہے ورنہ دوسرے تیسرے مہینے تک تو لازماً علم ہو جاتا ہے اور بچہ ماں کے پیٹ میں نو ماہ ہوتا ہے نو ماہ میں سے تین ماہ نکال دو تو ولادت تک چھ ماہ بنتے ہیں پھر ولادت کے بعد بھی سات دن ہوتے ہیں تو اتنے عرصے میں انسان عقیقے کی تیاری کیوں نہیں کر سکتا؟

معلوم ہوتا ہے کہ نیت میں کچھ خرابی ہے ورنہ طاقت ضرور ہوتی ہے کیونکہ کئی بار ان بہانہ خوروں کو دیکھا گیا کہ انھوں نے عقیقہ تو ٹال دیا لیکن کچھ عرصہ بعد بیٹے یا بیٹی کی شادی پر لاکھوں نہیں تو ہزاروں ضرور لٹائے۔

حضرت ام کرز فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ »

”لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کی جائے۔“ ابن ماجه كتاب الذبائح ، باب العقيقة ، رقم ٣١٦٢۔

لہٰذا لڑکے کے عقیقے میں دو اور لڑکی کے عقیقے میں ایک بکری کی جائے عقیقے میں گائے یا اونٹ ذبح نہ کیا جائے کیونکہ آپ ﷺ کا حکم بھی بکریوں کے عقیقے کا ہے اور آپ ﷺ کا عمل بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ نے عقیقے میں بکریاں ہی کی تھیں اور ابوداؤد میں حضرت عائشہ کی حدیث میں اونٹ ذبح کرنے کا منع آیا ہے۔ ابوداود، کتاب

اس لیے عقیقے میں بڑا جانور نہیں کرنا چاہیے، بعض لوگ سات عقیقے اکٹھے کر کے گائے ذبح کرتے ہیں انھیں یہ سمجھنا چاہیے کہ قربانی کا ایک وقت مقرر ہے اگر کوئی شخص عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی کر دے تو اس کی قربانی نہیں ہوتی بلکہ وہ صدقہ ہو گا اور قربانی کے لیے دوسرا جانور خریدے گا۔ اسی طرح اگر عید سے پانچویں دن قربانی کرے گا تب بھی وہ قربانی نہیں ہو گی اسی طرح عقیقے کا ایک وقت مقرر ہے اگر

کوئی شخص ساتویں دن عقیقہ نہیں کرے گا تو عقیقے کا وقت ختم ہو جائے گا اب وہ آٹھویں دن عقیقہ کرے گا تو وہ عقیقہ نہیں بلکہ صدقہ شمار ہوگا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک بچے کا کئی سال بعد گائے کی شکل میں عقیقہ کرے اور وہ عقیقہ بن جائے؟۔

ہاں اگر عقیقے کا وقت مقرر نہ ہوتا تب یہ کہا جا سکتا تھا کہ تین بچوں کا اکٹھا عقیقہ گائے کی شکل میں کیا جا سکتا ہے۔

عقیقے کا گوشت کچا دیا جائے یا پکا کر کھلایا جائے؟:

عقیقہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہے جیسے قربانی ایک صدقہ ہے جس طرح قربانی کا گوشت خود بھی کھایا جا سکتا ہے اور دوستوں اور غرباء، مساکین میں تقسیم کیا جاتا ہے اسی طرح عقیقے کا گوشت بھی انسان خود کھا سکتا ہے اور دوسرے لوگوں میں بھی تقسیم کر سکتا ہے۔جیسے قربانی کا گوشت کچا تقسیم کیا جاتا ہے اس طرح عقیقے کا گوشت بھی کچا تقسیم کرنا اصل ہے ہاں اگر کوئی شخص قربانی کا گوشت پکا کر لوگوں کو کھلا دیتا ہے یہ درست ہے اسی طرح عقیقے کا گوشت بھی اگر پکا کر کھلا دے تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کچا گوشت تقسیم کیا جائے گا تو وہ مستحقین تک پہنچ جائے گا لیکن اگر اسے پکا لیا جائے گا تو چچا ماموں، کزن اور چوہدری وغیرہ ہی کھا جائیں گے مستحقین تک وہ نہیں پہنچ پائے گا اس لیے گوشت کچا ہی تقسیم کر دینا چاہیے۔

نومولود بچے کے بال مونڈنا:

رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

« كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَ يُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُسَمّٰى »

''ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی ہوتا ہے اس لیے ساتویں دن اس کا

عقیقہ کیا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔"

ابو داؤد، کتاب الاضاحی، باب العقیقة، رقم......

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقیقہ ساتویں دن کیا جائے اور ساتویں دن ہی سر مونڈا جائے اور ساتویں دن تک بچے کا نام ضرور منتخب کر لیا جائے۔ ایک حدیث میں ان بالوں کو اذٰی (تکلیف یا پلیدی) کہا گیا ہے۔

بخاری، کتاب العقیقة، باب اماطة الاذی عن الصبی فی العقیقة، رقم......

بچے کے ختنے کرنا:

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَلْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَ قَصُّ الشَّارِبِ وَ تَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ »

"پانچ کام فطرت انسانی میں شامل ہیں: ① ختنہ کرانا ② زیر ناف بال مونڈنا ③ موچھیں کاٹنا ④ ناخن تراشنا ⑤ بغلوں کے بال نوچنا۔"

بخاری، کتاب الاستئذان باب الختان بعد الکبر، رقم......

رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

« اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ وَ هُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً »

"حضرت ابراہیم نے اسی (۸۰) برس کی عمر میں ختنہ کیا تھا۔"

جب ختنہ کرانا فطرت میں داخل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور طبی طور پر بھی ختنہ مفید چیز ہے جس کے آج غیر مسلم بھی اقراری ہیں تو ختنہ ضرور کرانا چاہیے۔ اوّل تو ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ ساتھ ختنہ کرالینا چاہیے اگر کوئی عارضہ پیش آجائے تو سات برس کی عمر میں جب بچہ نماز پڑھنے لگے اگر پھر بھی نہ ہو سکے تو پھر بلوغت سے قبل ہی کرا لینا چاہیے اس سے دیر نہ کی جائے ساتویں دن ختنہ زیادہ

تکلیف وہ نہیں ہوتا اور زخم بھی جلدی چھوٹ جاتا ہے اگر کوئی شخص جاہلیت کی وجہ سے یا پہلے غیر مسلم تھا ختنہ نہ کرا سکا تو جب اللہ تعالیٰ اسے عقل عطا فرمائے یا جب مسلمان ہو تب ختنہ کرالے بعض لوگ ختنے کے موقع پر شادی والا ماحول اور دعوت اور نیوندرا دیتے اور لیتے ہیں یہ غلط طریقے ہے اس کا قرون اولیٰ سے ثبوت نہیں ملتا۔ اگر ختنہ کرانا فطرت میں داخل ہے اس لیے ختنے کے موقع پر لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے اور ان کو کھانا کھلایا جاتا ہے اور نیوندرا وصول کیا جاتا ہے تو پھر فطرت کے دوسرے کام بغل کے بال نوچنا زیر ناف بال مونڈنا وغیرہ دوسرے امور کے موقع پر ایسا کیوں نہیں کیا جاتا؟

ہاں اگر کوئی شخص بچے کا ختنہ ساتویں دن کرے اور ساتویں دن عقیقہ کرے اور لوگوں کو گوشت کھلا دے اور نیوندرا وصول نہ کرے تو ختنے کی یہ دعوت مسنون ہو گی ورنہ نہیں۔

بچوں سے محبت کرنا:

شریعت محمدیہ کے بنیادی احکامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں سے نرم اور اچھے لہجے سے گفتگو کی جائے اگر لوگ زیادتی بھی کریں تب بھی ان سے نرم گفتگو کرے اس پر ہمارے سامنے رسول عربی ﷺ کا نمونہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ"

"اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرم مزاجی کو پسند کرتا ہے۔"

مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الرفق، رقم......

جب عام لوگوں سے نرم لہجہ میں گفتگو کرنے کا حکم ہے تو انسان کے اپنے بچے نرمی اور خوش خلقی کے زیادہ مستحق ہیں۔

رسول اکرم ﷺ جہاں اپنے صحابہ سے نرمی کیا کرتے تھے وہاں اپنے نو اسوں

اور بیٹیوں اور بیویوں سے بھی نرمی سے پیش آیا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت اقرع بن حابس کی موجودگی میں حضرت حسن بن علی کا بوسہ لیا تو انہوں نے عرض کی کہ میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی کبھی بوسہ نہیں دیا تو آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا

«مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَمْ يُرْحَمْ»

''جو کسی پر رحم نہیں کرتا تو اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔''

بخاري كتاب الادب باب رحمة الولد......رقم......:

یعنی اپنے بچوں کا بوسہ لینا بچوں پر رحم کرنا چاہیئے اور جو اپنے بچوں پر رحم نہیں کرتا دربار الٰہی میں بھی اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

اپنے بچوں سے رحم وشفقت کرنا جہاں والدین کا فریضہ ہے وہاں والدین کی شفقت حاصل کرنا بچوں کا حق ہے۔

بہترین والدین وہ ہوتے ہیں جو اپنے بچوں سے شفقت اور پیار کرتے ہیں بچوں سے محبت کرنا جہاں والدین کے دل کو سکون مہیا کرتا ہے وہاں اگر اسے سنت نبوی سمجھ کر کیا جائے تو بہت بڑا اجر حاصل ہوتا ہے۔ کچھ لوگ پیار کے نام پر بچوں کو گالیاں سکھاتے ہیں یہ غلط ہے انہیں چاہیے کہ قرآنی آیات اور دعائیں اور اچھی اچھی باتیں سکھائی جائیں اور بچوں کے لیے بچوں کے ابتدائی سال اہم ہوتے ہیں۔ بچہ پیار کا بھوکا ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس سے پیار کیا جائے اس لیے بچے سے محبت کا رویہ ہی اپنایا جائے چاہے وہ اپنے بچہ ہو یا کسی دوسرے کا۔ لیکن کچھ لوگ بہت ہی سنگ دل ہوتے ہیں وہ دنیا کمانے کی غرض سے سنگ دلی اختیار کرتے ہیں دوسروں کے بچوں سے شفقت کرنا مناسب نہیں سمجھتے اس سے بعض اوقات بہت نقصان اٹھانا

پڑتا ہے چنانچہ سنگ دلی کے دو واقعے پیش کرتے ہیں۔

① ...... لاہور اور دوسرے شہروں میں عام رواج ہے کہ ڈاکٹر صاحبان مریض کو چیک کرنے سے پہلے فیس وصول کرتے ہیں اور چیک کرنے کے بعد دوائی دیتے ہیں اور دوائی کے پیسے لیتے ہیں یا دوائی لکھ کر دے دیتے ہیں۔

سلیم بھائی نے لاہور کے ایک ڈاکٹر کا واقعہ سنایا۔

کہ ایک بچے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اس کے ساتھ اس کا کوئی وارث نہیں تھا اس لیے اسے چند افراد انسانی ہمدردی کے طور پر قریب کے کلینک پر اٹھا کر لے گئے اور ڈاکٹر سے مریض کا معائنہ کرنے کی اپیل کی لیکن ڈاکٹر نے مریض بچے کو دیکھنے سے صاف انکار کر دیا کیونکہ اسے فیس ادا کرنے والا کوئی وارث نظر نہیں آ رہا تھا۔

لیکن بچے کو اٹھا کر لانے والوں نے ڈاکٹر کو فیس ادا کر دی تب ڈاکٹر ٹہلتا ہوا بچے کو چیک کرنے آیا تو اس وقت تک بچہ فوت ہو چکا تھا۔

جب ڈاکٹر نے بچے کو مرا ہوا دیکھا تو ڈاکٹر کو دل کا دورہ پڑا اور وہ بھی مر گیا۔

لوگوں کو اس پر بہت تعجب ہوا کہ ڈاکٹر تو بڑے حوصلے اور مضبوط دل والے لوگ ہوتے ہیں لیکن یہ کیسا معاملہ ہے؟

بعد میں معلوم ہوا کہ مرنے والا بچہ اسی ڈاکٹر کا اپنا ہی بچہ تھا جو کہ اکلوتا تھا اس کے علاوہ ڈاکٹر کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔

ڈاکٹر اگر لالچ نہ کرتا اور ہمدردی کے طور پر فوراً بچے کو چیک کر لیتا تو شاید اس کے لخت جگر کی جان بچ جاتی لیکن ہوتا وہی ہے جو تقدیر میں ہوتا ہے۔

....

② ...... کراچی دہلی کالونی کے ایک بھائی نے اپنے محلے کا واقعہ سنایا کہ ایک بچہ گھر میں کھیل رہا تھا پیپسی وغیرہ کی بوتل کا ڈھکن اپنے منہ میں لیا تو وہ حلق میں پھنس گیا بچے

کی ماں نے اپنے معصوم بچے کے گلے سے ڈھکن نکالنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔

ماں اپنے قریبی ہسپتال کی طرف بچے کو لے کر دوڑی جب ڈاکٹر کو ماں نے بتایا کہ بچے کا والد نوکری پر گیا ہوا ہے بچے کا علاج کرو بچہ اپنے باپ کو بہت پیارا ہے وہ شام کو آ جائے گا جو رقم آپ لوگوں کی بنے گی وہ ادا کر دے گا۔

لیکن ڈاکٹروں نے یہ کہہ کر علاج سے انکار کر دیا کہ بچے کا اپریشن ہو گا اور اپریشن سے پہلے پیسے لاؤ اور پھر اپریشن کریں گے۔

ماں نے بہت منت سماجت کی اور کہا کہ میرے ہاتھ میں پہنی ہوئی چوڑیاں لے لو اور بقیہ رقم شام کو دے دوں گی آپ لوگ میری مدد کریں لیکن ڈاکٹروں نے انکار کر دیا۔

پھر ماں اپنے بچے کو دوسرے ہسپتال لے کر دوڑی کہ شاید وہاں کوئی رحم دل ڈاکٹر مل جائے لیکن وہاں بھی وہی سوال جواب ہوا بالاخر وہاں سے بھی جواب ملا۔

پھر ماں تیسرے ہسپتال کی طرف دوڑی گئی لیکن اسی اثناء میں بچے نے اپنے مالک حقیقی کو جان دے دی۔

اندازہ کریں یہ کتنی بڑی سنگ دل ہے؟ ایسے لالچ سے انسان کو باز آ جانا چاہئے

اولاد کے درمیان انصاف:

انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں سے برابر کا اچھا سلوک کرے سب سے اچھا بولے اچھا کھلائے اچھا پہنائے لڑکے کو قدر کی نظر سے دیکھنا اور لڑکی کو حقارت کی نظر سے دیکھنا گناہ اور لڑکی پر ظلم ہے کیونکہ لڑکی ماں باپ کا بنسبت لڑکے کے زیادہ احترام کرتی ہے تو والدین کو اسے حقیر نظر سے دیکھنا کیسے جائز ہو گا؟

اگر اولاد کے درمیان انصاف نہیں کیا جائے گا تو اولاد کے درمیان حسد کی یا احساس کمتری کی فضا پیدا ہوگی اور والدین کے احترام میں کمی آئے گی اس لئے نبی ﷺ نے اولاد کے درمیان انصاف کرنے کا حکم دیا ہے حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم حضرت بشیر رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے پاس گئے اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام تحفہ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دوسرے بچوں کو بھی ایسا تحفہ دیا ہے؟ میرے والد نے کہا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس لڑکے سے غلام بھی واپس لے لو اور آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡدِلُوۡا فِیۡ اَوۡلَادِکُمۡ »

''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کیا کرو۔''

بخاری کتاب الھبة باب الھبة للولد، مسلم کتاب الھبات باب کراھیة تفضیل ،رقم ......

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ ﴾ (النحل: ۹۰)

''بے شک اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ لوگوں سے انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تو اولاد تو دوسرے لوگوں سے زیادہ حق رکھتی ہے کہ اس سے احسان کیا جائے اور ان کے درمیان انصاف کیا جائے۔ اولاد کے درمیان انصاف اولاد کا حق ہے جو انہیں ہر صورت دینا چاہیے۔

اولاد کی شادی کرنا:

جیسے ماں باپ پر اولاد کے دوسرے حقوق ہیں اس طرح یہ بھی حق ہے کہ جب اولاد نکاح کے قابل ہو جائے تو ان کے لیے دیندار گھرانے کا رشتہ تلاش کرے اگر والدین نے اپنے بچے کا رشتہ مناسب وقت پر نہ کیا اس میں سستی سے کام لیا اور اولاد

غلط عادات کا شکار ہو گئی تو جہاں اولاد گناہ گار ہو گی وہاں والدین کو بھی ان کی بد عادات کا گناہ اٹھانا ہو گا۔

جو لوگ جہیز، پرتکلف دعوت ولیمہ اور اولاد کو روزی لائق کرنے کے چکر میں اولاد کے نکاح میں سستی سے کام لیتے ہیں اور اولاد گندی سوسائٹی میں چلی جاتی ہے تو قیامت کے دن جہاں اولاد اللہ کے غضب کی شکار ہو گی وہاں والدین کو بھی دردناک عذاب کا سامنا کرنا ہو گا۔

اگر والدین اولاد کی شادی کرنا چاہتے ہیں لیکن اولاد ٹال مٹول سے کام لیتی ہے تو والدین کو ان کے اٹھنے بیٹھنے پر گہری نظر رکھنی چاہیے کہ کہیں وہ غلط کاموں پر تو نہیں لگ گئے؟۔

جب بچہ یا بچی بالغ ہو جائیں تو ان کی شادی کرنے میں جلدی کرنی چاہیے اگر اولاد کمانے کے قابل نہیں تو کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں شادی کرنے کا حکم دیا ہے اور وعدہ دیا ہے کہ اگر میاں بیوی فقیر ہیں تو اللہ انھیں دولتمند بنا دے گا۔ دیکھیے سورۃ النور:۳۲۔

پردہ کا اہتمام:

جب بچی دس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے پردے میں بٹھا دینا چاہیے تاکہ چھوٹی عمر میں پردہ بچی کے دل دماغ میں اتر جائے لیکن جب لڑکی بالغ ہو جائے گی تب والدین پردہ کرانا چاہیں گے تو شاید وہ بات نہ مانے اس لیے اسے چھوٹی عمر میں ہی پردہ میں بٹھائیں۔

پردہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے اور اس میں عورت کا تحفظ اور شان ہے بے پردہ عورتیں عموماً شیطان کی نذر ہو جاتی ہیں اور باپردہ عورتیں عموماً شیطانوں کی ہوس سے محفوظ رہتی ہیں۔

پردہ کا حکم قرآن میں ہے اور پردہ ان احکام ربانی میں سے ہے جس کو علماء اور جہلاء تقریباً تمام لوگوں نے چھوڑ رکھا ہے اس بے پردگی کی وجہ سے فیشن بے حیائی، عریانیت اور کمینگی کا سیلاب آیا ہوا ہے لیکن مسلمان ہیں کہ عبرت اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

جب بہن بیٹی کی بے پردگی کی وجہ سے عزت داغدار ہو جاتی ہے تو اس کا رشتہ بھی مشکل ہو جاتا ہے اس لیے پردہ اختیار کر کے شیطان کی سازش کو ناکام بنا دیجیے۔

بچے اور بچی کے پیشاب میں فرق؟

ماں اپنے بچے کو سنبھالتی ہے اکثر اوقات بچہ کپڑوں پر پیشاب کر دیتا ہے جس سے کپڑا پلید ہو جاتا ہے شریعت نے لڑکے اور لڑکی کے پیشاب کے درمیان کچھ فرق کرتے والدہ اور دوسرے گھر کے افراد کے لئے کچھ آسانی کا پہلو نکالا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« بَوْلُ الْغُلَامِ الرَّضِيعِ يُنْضَحُ وَبَوْلُ الْجَارِيَةِ يُغْسَلُ »

''دودھ پیتے بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جائے اور لڑکی کے پیشاب کو اچھی طرح دھویا جائے۔''

بخاری کتاب الوضوء باب بول الصبیان ......رقم......

ترمذی کتاب الصلاۃ باب ماذکر فی نضح بول الغلام الرضیع ......رقم......:

میں وضاحت ہے کہ بچہ کھانا نہیں کھاتا تھا اس نے پیشاب کردیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے پر پانی بہادینے کا حکم دیا تھا اس لئے جو بچہ صرف ماں کے دودھ پر پرورش پا رہا ہو اور دودھ کے علاوہ اس کی کوئی غذا نہ ہو تب اس کے پیشاب پر پانی بہا دینا کافی ہے اگر دوسری غذا بھی کھاتا ہو تب بچی کی طرح بچے کے پیشاب کو بھی اچھی طرح دھونا ہوگا۔

اس فرق میں حکمت کیا ہے اس کی حکمت تو خوب اللہ ہی جانتا ہے البتہ ایک یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ لوگوں کو بچوں سے زیادہ پیار ہوتا ہے اور بچے کو بنسبت بچی کے زیادہ اٹھاتے ہیں اس لئے شریعت نے کچھ آسانی رکھ دی ......اللہ اعلم......

ہم اپنے بچوں کو کیسی تعلیم دیں؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾

(الزمر:۹)

''آپ کہہ دیں کہ کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں وہ اور جو علم نہیں رکھتے یہ برابر ہو سکتے ہیں؟''

ہرگز برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ علم والا شخص بہت کچھ جانتا ہے اور بے علم کچھ بھی نہیں جانتا قرآن و حدیث میں علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور علم کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ کونسا علم ہے جس کی اہمیت قرآن و حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ لازماً قرآن و سنت کا علم ہے رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ »

''تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔''

بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیر کم من تعلم القرآن، رقم: ۵۰۲۷

صحابہ کرام اور سلف صالحین قرآن کے حافظ تھے اور کتنے ایسے لوگ ہیں جنھوں نے چھوٹی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔

یہ یاد رکھیں کہ قرآن و سنت کو پڑھ لینا فضیلت والا عمل نہیں بن سکتا جب تک ان پر عمل نہ کیا جائے۔

سکولوں کالجوں یونیورسٹیوں میں صرف دنیاوی علم پڑھائے جاتے ہیں اور مدارس میں صرف دینی علم پڑھائے جاتے ہیں اگر مدارس میں دنیاوی علم اور سکولوں کالجوں میں دینی علم بھی پڑھائے جاتے تو بہت اچھا ہوتا یعنی دنیاوی اور دینی علم الگ الگ پڑھائے جا رہے ہیں اکثر لوگ ڈگریوں اور ملازمت کی غرض سے صرف دنیاوی علوم حاصل کرتے ہیں دینی علم کا رخ نہیں کرتے لیکن کتنے ایسے لوگ ہیں جن کو ڈگریوں اور ملازمتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی وہ دنیاوی علم چھوڑ کر خالص دینی علم حاصل کرتے ہیں اگر کسی کو دینی اور دنیاوی علم دونوں حاصل ہو جائیں تو اچھی بات ہے لیکن اگر کوئی ایک ہی علم حاصل کرتا ہے تو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ دینی علم حاصل کرے کیونکہ جس نے دینی علم حاصل کیا اس پر عمل کیا تو وہ کامیاب ہے اگرچہ اس نے سائنسی تجربات اور ریاضی کی مشقیں نہ کی ہوں۔

اور جس نے سائنسی تجربات کیے اور ریاضی اور معاشرتی علوم اور جغرافیہ میں مہارت حاصل کی لیکن اسے دین کا علم ہی نہیں جب علم نہیں تو عمل بھی نہیں کرے گا ایسا شخص اگرچہ دنیا میں اعلیٰ مقام رکھتا ہو لیکن یہ اللہ کے ہاں ذلیل اور ناکام ہے کیونکہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے اور اصل ناکامی آخرت کی ناکامی ہے۔

جو لوگ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں عموماً ان پر انگریزوں کے رسم و رواج کا اثر غالب ہوتا ہے لیکن جو مدارس میں پڑھتے ہیں ان پر عموماً دینی رنگ ہوتا ہے۔

ہماری نسل کو کیسے بگاڑا جا رہا ہے:

ہمارا ملک پاکستان اسلام کے لیے آزاد کرایا گیا لیکن بدقسمتی سے اس ملک کے حکمران عموماً دین کے حامی نہیں تھے اس لیے اسلام کو ملک میں نافذ نہ کیا بلکہ یورپین وغیرہ غیر مسلم ممالک کی نقالی کرنے اور ان کو خوش کرنے میں لگ گئے غیر مسلموں کو

خوش کرنے میں ان سے جو کچھ بن پایا وہ کر ڈالاحتی کہ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ خالص مسلمانوں اور مساجد و مدارس کا گھیرا تنگ کیا جانے لگا علماء کے خطابات پر پابندی، نئی مساجد و مدارس بنانے پر پابندی مسجد میں قرآن وسنت کی آواز بلند کرنے کے لیے لاؤڈ سپیکروں پر پابندی غیر ملک سے مساجد اور مدارس بنانے اور چلانے کے لیے پاکستان میں فنڈ آنے پر پابندی، دینی اور اصلاحی پروگراموں کے منعقد کرانے پر پابندی الغرض اسلام کی آواز کو روکنے کے لیے ان سے جو ہو سکا وہ کیا یہ سب کچھ کرنے سے ان کا مقصد غیر مسلموں کو خوش کرنا اورانھیں یہ دکھلانا تھا کہ پکے اور ایک نمبر مسلمان نہیں بلکہ ہم کچے اور لچک دار اور دو نمبر مسلمان ہیں ہم تمھارے ساتھی اوردوست ہیں ہمیں اپنے ساتھ ملا لو ہمیں کچھ بھیک دے دو ہم تمھارے در کے دربان بننے کو فخر سمجھتے ہیں۔انھوں نے اسلام کو یوں نقصان پہنچایا صرف اس پر بس نہیں بلکہ اسلام کو مٹانے کے لیے بہت سے سامان کیے گئے نیچے چند چیزیں لکھ دیتے ہیں تا کہ ہم اپنی نسل کوان چیزوں سے بچائیں۔

- ملک میں پلاٹ مکان، آٹا، دال، گھی وغیرہ جو ہر انسان کی ضروریات ہیں جن کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں وہ ہر روز مہنگی سے مہنگی ہوتی جارہی ہیں تا کہ پاکستان بنانے والوں کی نسل کو سزا دی جائے اور لوگ خاندانی منصوبہ بندی کے طوعاً و کرھاً قائل و فاعل ہو جائیں۔

جب کہ دوسری طرف ٹی وی، وی سی آر، ڈش، کیبل، سی ڈی، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ٹیلی فون اور موبائل الیکٹرانک اشیاء وغیرہ بے حیائی کو عام کرنے کے آلات سستے ہوتے جارہے ہیں۔

پہلے لوگ سینما میں جاتے تھے اب گھر گھر سینما چل رہے ہیں تا کہ گھر میں موجود باپردہ اور گھریلو کام میں مصروف عورتیں اور بچے بھی بے حیائی کی سعادت سے

محروم نہ ہوں جو بچے رات کو سکول کا کام کرتے تھے اب وہ بچے ڈرامے اور فلمی پروگرام دیکھتے رات گزار دیتے ہیں اور پہلے لوگ مغرب کے بعد اپنے مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر ان سے حالات سنتے اور سنواتے تھے اب وہ بھی سلسلہ ختم گھر گھر سینما لگ جانے سے جو نقصانات ہوئے ہیں ان کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا چند چیزیں ہم نوٹ کر رہے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ اس سے ہمیں کیا نقصان ہو رہا ہے؟ جس کا ہمیں علم ہی نہیں۔

- جو لوگ ٹی وی، وی سی آر اور ڈش دیکھتے ہیں ان کے دل سے مذہب کی محبت اور اللہ اور رسول ﷺ کی محبت نکل جاتی ہے اور اس کے دل میں گلوکاروں اور اداکاروں کی محبت آ جاتی ہے جو کہ قوم کے ہیرو سمجھے جاتے ہیں حالانکہ ان جیسا بدبخت اور ذلیل کوئی نہیں ہے یہ تھوڑا جرم ہے کہ اللہ اور رسول اور قرآن کے بجائے ان کنجروں سے محبت کی جائے؟
- وی سی آر وغیرہ کا عادی نماز، روزہ سے باغی ہو جاتا ہے اور اس کی دوستی بدکاروں اور ذلیل طبقہ سے یا پھر اس کی محبت نابالغ بچوں اور زانیہ عورتوں سے ہو جاتی ہے اور یہ بدفطرتی اس کو سیدھا جہنم میں لے جاتی ہے۔
- اور دل کا سکون ختم ہو جاتا ہے کیونکہ دل کا سکون تو اللہ کی یاد سے ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبَ ﴾ (الرعد:۲۸)

اب ان چیزوں کا عادی اگر دن میں لاکھوں روپے کما لے لیکن وہ خوف زدہ رہتا ہے اور بے برکتی کے ساتھ وقت گزارتا ہے اور اس کی گفتگو سے بری باتیں نکلتی ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّه لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ...... ﴾ (طٰهٰ: ١٢٤)

''جو شخص میرے ذکر سے اعراض کرے گا تو اس کی معیشت (زندگی کا گزر) تنگ کردیں گے اور قیامت کے دن اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔......''

- اور ایسا شخص اپنی بیوی سے محبت نہیں کرتا بلکہ کنجریوں سے محبت کرتا ہے حتی کہ اس کا ایسا ستیا ناس ہو جاتا ہے کہ اس کی شہوت اس وقت بیدار ہوتی ہے جب وہ کسی کنجری کا تصور اپنے ذہن میں لاتا ہے یا کوئی فحش فلم دیکھے یا فحش لٹریچر پڑھے گا۔
- اور غیر محرم مردوں اور عورتوں کے میل ملاپ کو ٹی وی وغیرہ پر دیکھ کر انسان کے شرم وحیاء کا جنازہ نکل جاتا ہے اور انسان بے باک ہو کر گناہ کرتا ہے بلکہ گناہ پر فخر کرتا ہے۔
- اور فلم اور ٹی وی سے بچوں کے کردار خراب ہوتے ہیں اور بچے بری صحبت میں گرفتار ہوتے ہیں، بداخلاق اور ماں باپ کے نافرمان ہوتے ہیں اور پاک دامن بہنیں اور بیٹیاں بھی اس کے برے اثر سے محفوظ نہیں رہتیں اور کبھی کبھار اپنے گھروں سے فرار بھی ہو جاتی ہیں اور ان فلموں وغیرہ سے ایڈز جیسی موذی بیماریاں بھی پھیلتی ہیں۔
- اور کون نہیں جانتا کہ ٹی وی وغیرہ میں وقت کا ضائع ہوتا ہے آدمی فلم یا پروگرام پورے دیکھنے کے چکر میں بہت سارے دینی اور دنیاوی کاموں میں سستی کرجاتا ہے۔
- اور لوگ ان فلموں سے جرائم کی تربیت لیتے ہیں اور جرم کرتے ہیں۔

❁ اور ٹی وی، وی سی آر، ڈش میں گانا بھی ہوتا ہے جو کہ انسان کو بے ایمان بنا دیتا ہے جس کے سبب انسان لعنتی اور منافق بن جاتا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

« لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَّ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ...... »

''میری امت کے کچھ لوگ جو ازنا، ریشم، شراب اور گاجے باجے حلال جانتے ہوں گے اور کچھ لوگ پہاڑ کے ایک پہلو میں اتریں گے شام کو ان کا چرواہا ان کے پاس جانور لے کر آئے گا ان کے پاس ایک ضرورت مند اپنی ضرورت لیکر آئے گا وہ کہیں گے اب چلا جا کل آنا (یعنی وہ امن میں ہوں گے) اتنے میں رات کو اللہ ان پر عذاب بھیجے گا ان پر پہاڑ رکھ دے گا اور کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر کی شکل میں بدل ڈالے گا۔''

بخاری، کتاب الاشربۃ، باب ما جاء فیمن یستحل الخمر...... رقم: ۵۵۹۰

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلٰى أُمَّتِيَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْعِزْرَ وَالْكُوْبَةَ وَالْقِنِّيْنَ »

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب، جوا، گندم کی نبیذ، طبلہ اور سرنگی کو حرام کردیا ہے۔'' ابوداؤد، کتاب...... رقم: ۳۶۸۵

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس امت میں زمین میں دھنسنے، صورتیں بدلنے اور بہتان بازی (کے واقعات) رونما ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ! ایسا کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَ شُرِبَتِ الْخُمُوْرُ »

''جب گلوکارائیں، طبلے، سرنگیاں ظاہر ہوں گی اور شرابیں نوش کی جائیں گی۔'' ترمذی، کتاب......رقم: ۲۲۱۲

ان احادیث اور دوسری کئی احادیث سے ثابت ہوتا ہے، گاجے باجے طبلہ سرنگی اور گلوکاراؤں کا عمل ملعون اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہیں ٹی وی میں یہ تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں لہٰذا ٹی وی کے ایک ناسور ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے۔

- اور مائیں بہنیں کنجریوں کو دیکھ کر بے پردگی اختیار کرتی ہیں اور ننگے لباس پہنتی ہیں اور اپنے سرپرستوں کے لیے وبال اور بدنامی کا داغ جان بن جاتی ہیں۔
- اور ان پروگراموں میں تصویر بھی آتی ہے جس تصویر کی وجہ سے رب کی رحمت کی بجائے گھر میں لعنت برستی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ »

''اللہ کے ہاں سب سے سخت عذاب فوٹوگرافروں کو ہوگا۔''

(بخاری کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیمة......رقم: ۵۹۵۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اِنَّ الَّذِيْنَ يَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ »

''جو لوگ یہ (جانداروں کی) تصویریں بناتے ہیں قیامت کے دن انھیں عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جو تم نے تصویریں بنائی تھیں اب انھیں زندہ کرکے دکھاؤ۔'' بخاری کتاب اللباس، باب......رقم: ۵۹۵۱

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَ لَا تَصَاوِيْرٌ »

"جس گھر میں کتا اور (جاندار کی) تصویریں ہوتی ہیں اس میں رحمت والے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"

بخاری، کتاب بدء الخلق، باب عذاب المصورین...... رقم: ۳۲۲۵

ایک روایت میں ہے:

« وَ لَعَنَ الْمُصَوِّرَ »

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر بنانے والے کو لعنت فرمائی۔"

بخاری، کتاب البیوع، باب ذکر الملائکۃ......رقم: ۲۰۸۶

اور حضرت ابومسعود اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہ کئی صحابہ سے ثابت ہے کہ وہ تصویروں والے گھروں سے واپس آجایا کرتے تھے۔

ان احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ تصویر لعنت اور عذاب الٰہی کا باعث ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ٹی وی سی میں تصویریں ہوا کرتی ہیں جس گھر میں ٹی وی ہوگا اس گھر میں فرشتے کیسے جاتے ہوں گے جہاں فرشتے نہ جائیں وہ جگہ بابرکت کیسے ہوسکتی ہے؟

- جیسے ٹی بی جسم کے لیے خطرناک ہے اس طرح ٹی وی میں ایمان کی تباہی ہے جن کی تفصیل کا وقت نہیں جن نقصانات کا تذکرہ ہوا، عقل مند انسان سوچے کہ مذکورہ نقصان کتنے بڑے ہیں؟ جو لوگ ٹی وی کا یا وی سی آر یا ان کی کیسٹوں کا کاروبار کرتے ہیں اور ذرا سوچیں کہ کتنے بچوں کو انھوں نے بدکردار بنایا ہے اور کتنی عزت مآب عورتوں کی عزت خراب کرنے میں حصہ ڈالا اور کتنے لوگوں کا وقت ان لعنتوں میں برباد کیا اور کتنے لوگوں کو جرم کی تربیت دی اور کتنے

گھرانوں سے پردہ اور حیا ختم کیا اور کتنے لوگوں کو ان کی بیویوں سے بدظن کر کے کنجریوں سے ناطہ جڑوایا اور کتنے لوگوں کو نماز روزے سے دور کر کے غلط پروگراموں پر لگایا اور کتنے لوگوں کو اللہ کی عبادت سے ہٹا کر شیطان کی عبادت پر لگایا اور ان کے دلی سکون کو برباد کیا اور کتنے لوگوں کو گانے اور تصویر کا متوالا بنایا اور کتنی عزت مآب بہنوں کو پردہ سے باغی کیا یہ جتنے بھی گھرانے برباد ہوئے ان جرائم کا بوجھ ان لوگوں پر بھی ہے جو یہ سب کچھ سکھا کر قوم کا بیڑہ غرق کر رہے ہیں انہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾

''جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی عام کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے درد ناک عذاب ہے۔''

جو لوگ ٹی وی، وی سی آر اور ڈش کا کاروبار کرتے ہیں اور سوچیں کہ کیا وہ مسلمان ہیں؟ ان کے لیے جہنم کی آگ اور زقوم کا درخت اور جہنم کا کھولتا ہوا پانی اور جہنم کا دھواں تو نہیں ہوگا؟ یقینی بات ہے کہ یہ کاروبار کرنے والے عوام کے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے دشمن ہیں اگر وہ یہ کاروبار نہ چھوڑیں اور بغیر توبہ کے مر گئے تو قیامت کے دن ان کے گلے میں ان خاندانوں کا بوجھ ہوگا جن کو خراب کرنے میں انہوں نے کردار ادا کیا۔ اور وہ قیامت میں پچھتائیں گے لیکن وہاں کوئی فائدہ نہ ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان مجرموں کی اپنی اولاد بھی خراب ہو چکی ہو کیونکہ جو دوسروں کی اولاد کو خراب کرتے ہیں ان کی اولاد آج نہیں تو کل ضرور خراب ہوگی جب وہ مجرم قبر میں ہوں گے تو جب فرشتے ان کو پہلے سے زیادہ سزا دیں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ عذاب پہلے سے زیادہ کس وجہ سے ہوگیا؟ تو فرشتے جواب دیں گے کہ تم نے اپنی اولاد کو بے دین بنایا تھا اب وہ بے دینی کے کام کر رہے ہیں اس کی سزا تم کو بھی

ملے گی۔

میں تو ایسے کاروبار کرنے والوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ یہ کاروبار چھوڑ دیں دیکھیے انسان جب گندا ہو تو اس کو جو سزا ملے گی وہ بہت بری ہو گی لیکن جب اپنے بدعملیوں کی سزا کے ساتھ ساتھ دوسرے بے شمار گاہکوں کی سزا لے گا تو کتنا عذاب بڑھ جائے گا۔ اس لیے اگر آپ مسلمان ہیں اللہ اور رسول ﷺ کو مانتے ہیں تو ان کے فرمانوں کو دیکھتے ہوئے ایسے کاروبار سے بچ جائیں اور اپنے آپ کو جہنم سے بچالو۔

میرے بھائیو......! اب آپ خود فیصلہ کریں کہ آپ نے عذاب لینا ہے یا جنت، اگر جنت لینی ہے تو یہ گندا اور پلید کاروبار چھوڑنا ہوگا۔ ٹی وی، وی سی آر وغیرہ ایسی بیماری ہے جو نسل کو تباہ کر دیتی ہیں۔ اس لئے ہر صورت میں اپنے بچوں کو فحاشی کے ان آلات سے دور رکھنا چاہیے کیونکہ اس کے نتائج بہت برے ہوتے ہیں ایک واقعہ بطور نمونہ پیش ہے۔

''رائل پارک جانے کی غلطی میں بھی کر چکی ہوں'':

یہ فیصل آباد سے تعلق رکھنے والی ایک گمنام خاتون کی کہانی ہے جو وی سی آر پر فلمیں دیکھتے دیکھتے فلموں میں کام کرنے کے شوق میں رائل پارک پہنچ گئی تھی۔ پھر یہ خاتون ''فلمی دنیا'' میں Adjust ہونے سے کس طرح بچیں اور کیسے محفوظ طور پر گھر پہنچیں۔ یہ معلوم کرنے کے لیے ان کی اپنی بیان کردہ یہ کہانی ذیل میں مطالعہ کیجیے۔

اس دن ہمارے گھر میں کوئی خوشی کی انتہا نہ رہی جب میرا بڑا بھائی روزگار کے لیے ملک سے باہر گیا اور پھر چند ماہ بعد ہی ہمارے گھر میں ہماری ضروریات سے زیادہ پیسے آنے شروع ہو گئے۔ پہلے ہم تین وقت کے کھانے کو ترستے تھے مگر اب انواع و اقسام کے کھانے ہر وقت ہمارے گھر میں پکتے تھے۔ تمام رشتہ دار ہمارے گھر

کو حسرت کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

میرے والدین کے علاوہ ہمارے گھر میں ہم تین بھائی اور چار بہنیں تھیں۔ میں بہنوں میں سب سے بڑی تھی۔ میرے والد ایک ریٹائرڈ سکول ماسٹر تھے۔ ان کے کندھوں پر ہم سب کا بوجھ تھا۔ جیسے تیسے کر کے انھوں نے ہمارے بڑے بھائی کو باہر بجھوا دیا، اس دن ہمارے گھر میں سب پھولے نہیں سمارہے تھے۔ جب دو سال بعد بھائی چھٹی پر گھر واپس آئے تو اپنے ساتھ بڑا ٹیپ ریکارڈ، وی سی آر، رنگین ٹیلی ویژن، فریج اور کئی دوسری چیزیں لے کر آئے۔ اب کیا تھا! ہم تھے اور وی سی آر پر انڈین فلموں کی بھر مار، تبصرے تھے، تو انڈین اداکاروں اور اداکاراؤں کے۔ ہر جگہ اور ہر خاندانی فنکشن میں یہی اداکاراؤں کے تذکرے تھے۔ آخر میرے دل میں بھی ایک کامیاب ترین اداکارہ بننے کا خیال سمایا۔ یہ خیال تقویت اختیار کر کے ارادہ بن گیا اور پھر میں نے نہایت سوچ بچار کے بعد ایک کامیاب اداکارہ بننے کے لیے ہر رسک لینے کا فیصلہ کر لیا۔

جب میں نے اس کا ذکر اپنی چند قریبی سہیلیوں سے کیا تو انھوں نے مجھے بہت سمجھایا مگر مجھ پر ایک ہی بھوت سوار تھا، اور پھر ایک رات میں نے گھر سے زیورات اور نقدی (جو تقریباً دو لاکھ روپے کی قریب بنتی تھی) اٹھائی اور لاہور کے سفر پر روانہ ہو گئی۔ مجھے یہ یاد تھا کہ لاہور کے لکشمی چوک میں فلم کے بڑے بڑے دفتر قائم ہیں اور پھر میں نے اخبارات میں بھی ان کے بارے میں پڑھا ہوا تھا۔ لاہور پہنچ کر میں لکشمی چوک میں چلی گئی اور وہاں پر رائل پارک کی گلیوں میں گھوم پھر کر فلمی دفاتر کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ مجھے اس طرح گلیوں میں پھرتے دیکھ کر چند اوباش غنڈے میرے پیچھے لگ گئے۔ میں ان کے آگے تیز تیز چلتی ہوئی ایک بلڈنگ میں داخل ہو کر بلا سوچے سمجھے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ آخری منزل پر سیڑھیوں کے ساتھ ہی مجھے ایک فلمی دفتر پر

بڑا سا نام ''بارود کا تحفہ'' لکھا ہوا ملا اور میں گھبرائی گھبرائی اس دفتر میں داخل ہو گئی۔ وہاں میں نے چپڑاسی سے پوچھا کہ مجھے اس فلم کے فلمساز جس کا نام میں پڑھ چکی تھی رانا طارق مسعود صاحب سے ملنا ہے ۔اس نے مجھے بٹھایا اور دفتر کے ساتھ والے کمرے میں اس نے رانا صاحب کو بتایا کہ کوئی خاتون آپ سے ملنے آئی ہیں۔ رانا صاحب نے اسے کہا کہ اندر بھیج دیں۔ میں سہمی سہمی سی اندر چلی گئی۔ سامنے ایک نوجوان جس کے چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی تھی، بیٹھا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ آیئے تشریف رکھیے۔ میں خوفزدہ سی بیٹھ گئی۔ پھر میں نے اسے کہا کہ مجھے فلمساز طارق مسعود سے ملنا ہے اس نے کہا کہ فرمایئے ! میں ہی رانا طارق مسعود ہوں۔ میں بہت حیران ہوئی۔ میرے ذہن میں تو فلم پروڈیوسر کا نقشہ ہی کچھ اور تھا کہ تھری پیس سوٹ میں ملبوس، متکبر چالیس پینتالیس سالہ لمبا تڑنگا سا کوئی شخص ہو گا جو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میری طرف دیکھے گا مگر یہاں معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ ابھی تک سامنے بیٹھے شخص نے میری طرف ایک دفعہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ غالباً اسکرپٹ پڑھنے میں مشغول تھا۔ میں الجھے الجھے اور ملے جلے سے خیالات کے ساتھ وہاں بیٹھی دیوار پر لگے ہوئے بڑے بورڈ پر لگی فلم ''بارود کا تحفہ'' کی تصاویر دیکھ رہی تھی۔

اب میں سوچ رہی تھی کہ اس شخص کو کس طرح قائل کروں گی ؟ اتنے میں انھوں نے نگاہیں نیچے رکھے ہی مجھ سے پوچھا کہ محترمہ ! فرمایئے آپ کس کام سے یہاں تشریف لائی ہیں؟ پہلے تو میں جھجکی مگر فوراً ہی میں نے اپنا اصل مدعا انھیں بیان کرنا شروع کر دیا کہ میں فلموں میں کام کر کے ایک کامیاب ہیروئن بننا چاہتی ہوں۔ میری بات سن کر خاموش ہو گئے۔ میں ان کے جواب کا انتظار کر رہی تھی کہ اتنے میں دفتر کا چپڑاسی میرے لیے کولڈ ڈرنک لے آیا اور میرے سامنے رکھ دی۔ رانا صاحب نے اسے کہا کہ جاؤ اور پر تکلف چائے لے کر آ ؤ۔ میں یہ بات سن کر دل ہی دل میں

بہت خوش ہوئی کہ دال گلتی نظر آتی ہے۔

تھوڑی دیر بعد رانا صاحب پھر مخاطب ہوئے اور پوچھنے لگے کہ آپ کو ہیروئن بننے کا شوق کیسے پیدا ہوا؟ میں نے ان کو بتایا کہ میرے بھائی جان کچھ عرصہ قبل گھر میں بیرون ملک سے وی سی آر لے کر آئے ہیں میں نے اس پر بے شمار فلمیں دیکھیں ہیں۔ مجھے سری دیوی اور بابرہ شریف بہت پسند ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ میں بھی ان کی طرح ہیروئن بن کر دنیا میں اپنا نام پیدا کروں۔

کبھی آپ نے سوچا ہے کہ فلم کی سکرین پر جب آپ اچھل کود رہی ہوں گی تو آپ کے والدین اور بہن بھائیوں پر کیا بیتے گی؟ رانا صاحب نے چبھتا ہوا سوال کر ڈالا۔

مگر میں کہاں شکست ماننے والی تھی۔ میں نے فوراً جواب دیا کہ میں تمام کشتیاں جلا کر آئی ہوں۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی شوق کی تکمیل کے لیے قربانیاں تو دینا ہی پڑتی ہیں تو گویا آپ اس شوق پر اپنے والدین کی عزت اور غیرت کو قربان کرنے سے بھی گریزاں نہیں۔ رانا صاحب کے اس سوال نے میرے اندر کی ضد کو ہوا دی۔

میں نے بڑی ڈھٹائی سے کہا کہ کچھ حاصل کرنے کے لیے بہت کچھ کھونا پڑتا ہے۔ اور پھر مجھے یقین ہے کہ میں جب پردہ سکرین کی ایک بڑی ہیروئن بن جاؤں گی اور میرے پاس دولت کی ریل پیل ہو گی تو بالیقین میرے گھر والے مجھ پر فخر کریں گے۔ میری یہ بات سن کر رانا صاحب نے ایک سرد آہ بھری اور کہنے لگے۔ تو گویا فلمی ہیروئن بننے کے لیے آپ ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہیں۔

میں نے پر عزم ہو کر کہا: کیوں نہیں، میں اس منزل کو حاصل کرنے کے لیے راستے میں پڑے ہوئے کانٹے بھی اپنی پلکوں سے چن لوں گی۔ بہت خطرناک ارادے لگتے ہیں آپ کے۔ رانا صاحب گویا ہوئے۔

اتنے میں لڑکا پر تکلف لوازمات کے ساتھ چائے لے کر آ گیا۔ میں چائے

بنانے لگ گئی۔ جب چائے بن گئی تو میں نے رانا صاحب سے کہا کہ آپ بھی اپنی سیٹ کی بجائے یہاں میرے ساتھ آ کر چائے پئیں ۔ میں حیران تھی کہ میرے اندر یہ جرأت کیسے پیدا ہوگئی کہ میں اتنی بے باکی سے ہر بات کر رہی تھی رانا صاحب اٹھ کر آ گئے اور میرے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے اور آہستہ آہستہ گفتگو کرنے لگے۔ دوران گفتگو انھوں نے غیر محسوس انداز میں مجھ سے یہ بات اگلوائی کی کہ میرا تعلق کس شہر سے اور کس گھرانے سے ہے۔

پھر انھوں نے مجھے روشنیوں کی اس دنیا کی تاریکی کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔ انھوں نے بتایا فلم انڈسٹری میں بہت سے ایسے لوگ اور گروہ بھی ہیں جو اس تاڑ میں لگے رہتے ہیں کہ جو لڑکیاں فلم میں کام کرنے کے شوق میں گھر سے بھاگ آتی ہیں۔ انھیں اپنی چکنی چپڑی باتوں سے روشن مستقبل کے سنہرے سپنے دکھا کر یہ یقین دلا دیتے ہیں کہ ان کے خوابوں کی تعبیر صرف انہی کے ہاتھ میں ہے۔ سب سے پہلے تو ان سے مال بٹورتے ہیں جو گھروں سے وہ لے کر آئی ہوتی ہیں، پھر چند دن ان کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ اس کے بعد پہلے تو بہلا پھسلا کر خود ان کی عزت سے کھیلتے ہیں اور پھر انھیں مجبور اور بلیک میل کر کے دوسرے لوگوں کو پیش کرتے ہیں۔ اس طرح آبرو کو نیلام کر کے اپنا کاروبار چلاتے ہیں پھر وہ لڑکیاں نہ گھر کی رہتی ہیں اور نہ گھاٹ کی بلکہ ایک مجبور و بے کس کٹھ پتلی کی طرح ان کے حکم کی غلام بن کر رہ جاتی ہیں۔

رانا صاحب یہ باتیں کر رہے تھے مگر مجھ پر ان کی کسی بات کا بھی اثر نہ تھا اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس شخص کو سیڑھی بنا کر منزل پار کر لوں گی۔

انہی باتوں کے دوران رانا صاحب نے ایک ایسے گروہ کا بھی بتایا کہ وہ لوگ لڑکیوں کو بہلا پھسلا کر فلم میں کام دینے کا لالچ دے کر سٹوڈیو میں لے کر آتے ہیں

اور پھر زبردستی ان کی انتہائی گری ہوئی اخلاق سوز فلمیں بنا کر انھیں تمام زندگی بلیک میل کرتے ہیں اب تم بتاؤ کہ تمھارا کیا ارادہ ہے؟ ایک لمحے کے لیے تو میں چونکی پھر میں نے گھر کے بارے میں سوچا کہ اگر میں واپس بھی جاؤں تو گھر والے مجھے مار ڈالیں گے۔ میں نے رانا صاحب کو بتایا کہ میں ہر قیمت پر فلموں کی کامیاب ہیروئن بننا چاہتی ہوں رانا صاحب کہنے لگے: تمھاری مرضی: مگر تم تو لاہور سے باہر کے شہر کی ہو۔ اس لیے تمھاری رہائش کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟ میں نے اپنا پرس کھول کر ان کے سامنے ڈھیر کردیا۔ جس میں دو لاکھ روپے اور گھر کے تمام زیورات تھے۔ میں نے رانا صاحب سے کہا کہ یہ رقم رکھ لیں اور میرے لیے کسی فلیٹ کا بندوبست کردیں میں وہاں رہ لوں گی مگر آپ میرے ساتھ رہا کریں کیوں کہ میں اکیلی لڑکی پورے فلیٹ میں نہیں رہ سکتی۔ دل ہی دل میں میں نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ میں اس شخص کو ہر قیمت پر ہر طرح سے سیڑھی بنا کر اپنی منزل کو پہنچ جاؤں گی رقم اور زیورات دیکھ کر رانا صاحب نے کہا: آپ انھیں پرس میں رکھیں اور کسی کو مت بتائیے گا۔ میں بندوبست کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر کچھ دیر کی معذرت کر کے وہ دفتر سے باہر چلے گئے اور لڑکے سے کہہ گئے کہ دفتر کے اس کمرے میں کسی کو مت آنے دینا۔ لڑکا برتن اٹھا کر چلا گیا اور میں اٹھ کر بڑے غور سے دیوار پر آویزاں فلم کے فوٹو سیٹ کو دیکھنے لگی اور ساتھ ہی ساتھ خود کو ان پوسٹروں پر محسوس کرنے لگی۔ عالم تصور میں مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہر شخص میری ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب تھا اور آٹو گراف لینے کے لیے بے چین میں خود پر فخر کر رہی تھی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ میرے آگے پیچھے گاڑیاں ہی گاڑیاں ہیں۔ میرے بنگلے پر پروڈیوسروں کی لائنیں لگی ہوئی ہیں۔ ہر شخص مجھے اپنی فلم میں کاسٹ کرنا چاہتا ہے۔

میں یہی سوچ رہی تھی کہ اتنے میں دروازہ ناک ہوا اور میرا حسین خواب ٹوٹ

گیا میں سنبھل کر بیٹھ گئی۔تھوڑی ہی دیر بعد گلا کھنکارتے ہوئے رانا صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔ انھوں نے بتایا کہ آج ہماری فلم کی شوٹنگ ہے ۔ لہٰذا تم بھی ہمارے ساتھ شوٹنگ پر چلو گی اور باقی سلسلہ شوٹنگ سے واپس آ کر دیکھیں گے، تم وہاں جا کر دیکھو گی کہ شوٹنگ کیا ہوتی ہے اور کیسے ہوتی ہے؟اور پھر شوٹنگ بھی آؤٹ ڈور کی ہے۔

میں دل ہی دل میں یہ بات سن کر پھولے میں نہیں سما رہی تھی۔ آج میری برسوں پرانی حسرت پوری ہو رہی تھی منزل بس مجھ سے تھوڑی ہی دور رہ گئی تھی بلکہ میں محسوس کر رہی تھی کہ میں نے منزل کو پالیا ہے۔ خیر تھوڑی ہی دیر بعد ایک صاحب آئے اور انھوں نے رانا صاحب کو بتایا کہ نیچے گاڑی تیار ہے ۔ باقی یونٹ لوکیشن پر جا چکا ہے۔ میں آپ کو لینے آیا ہوں رانا صاحب نے مجھے چلنے کو کہا اور پھر ہم دفتر سے نیچے اتر کر گاڑی میں بیٹھ گئے ۔ گاڑی روانہ ہوئی ۔ میں تمام راستہ میں سنہرے مستقبل کے سپنوں میں کھوئی رہی۔ مجھے کوئی ہوش نہ تھا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں ؟ میں تو خود کو بادلوں پر اڑتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھی کہ مجھے اتنی آسانی سے منزل مل گئی ہے۔ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ رانا طارق مسعود کی ہر خواہش کا احترام کروں گی ، اسے کسی بات سے نہیں روکوں گی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس شخص نے مجھ سے کسی بھی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔

پھر گاڑی جب ایک جھٹکے سے رکی تو میں گاڑی کے باہر دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ یہ تو میرا ہی شہر تھا اور اس شہر کی وہی آبادی تھی جہاں پر ہمارا گھر تھا۔ جہاں ہماری گاڑی رکی تھی اس سے دو گلیاں چھوڑ کر ہی تو ہمارا گھر تھا۔ اب مجھے بہت غصہ آیا۔ میرا جی چاہا کہ میں اس رانا کے بچے کو قتل کر دوں گی کچا چبا جاؤں ۔ اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ یہ تو مجھے شوٹنگ دکھانے لایا تھا۔مگر اس نے یہ کیا کیا؟ مجھے میرے شہر

میں بلکہ میرے محلے میں لے آیا ہے اب میں سوچ رہی تھی کہ میرے ماں باپ کو جب پتہ چلے گا، تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ میری ماں تو شاید صدمہ سے مر ہی جائے۔ میرے بھائی مجھے نہیں چھوڑیں گے وہ مجھے قتل کردیں گے میری بہنیں جیتے جی مر جائیں گی۔ میں عجیب ذہنی کشمکش میں مبتلا تھی۔ اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ گھر سے بھاگ کر میں نے اچھا نہیں کیا۔ اب تک یہ بدنامی میرے گھر کو، میرے خاندان کو تباہ و برباد کرچکی ہوگی کہ اچانک انہی رانا صاحب کی کرخت آواز میرے کانوں میں گونجی جن کی گفتگو پہلے بڑی ملائم اور لطیف تھی کہ چلو اٹھو! گاڑی سے اترو میں گھبرا کر گاڑی سے نیچے اتری اور پھر وہ ہمارے جاننے والوں کے ایک گھر میں مجھے لے گئے وہ ان کے جاننے والے بھی تھے۔ میں گھر کے اندر گئی۔ انھوں نے مجھے خواتین کے پاس بھیج دیا اور کہا کہ کسی کو مت بتانا۔ نارمل رہنا۔ میں ڈری ڈری اور سہمی سہمی وہاں کمرے میں ٹھہری رہی مجھے وہاں کسی نے بھی کوئی محسوس نہ ہونے دیا۔

رانا صاحب، جن کے گھر ہم گئے تھے ان صاحب کو لے کر جانے کہاں چلے گئے اور کوئی ایک گھنٹے بعد واپس آئے اور مجھ سے ملے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ تمھارے والدین اور بہن بھائیوں کو ابھی تک پتہ نہیں چلا۔ تم مسز آصف کے ساتھ اپنے گھر جاؤ۔ یہ خاتون بتا دیں گی کہ تم کو یہ بازار لے گئی تھیں، وہاں دیر ہوگئی۔ میں ڈرتے ڈرتے گھر گئی۔ جیسے ہی میں گھر پہنچی، میری ماں میرے گلے لگ کر خوب روئی۔ والد صاحب بھی اندر ہی اندر شدید کرب میں مبتلا تھے۔ سب بہن بھائیوں نے مجھے کچھ محسوس نہ ہونے دیا۔ مسز آصف نے میرے والدین سے کہا کہ میں اسے ایک شادی میں لے گئی تھی اور مجھے افسوس ہے کہ دیر ہوگئی۔

اس رات میں بہت روئی۔ اس فرشتہ صفت انسان رانا طارق مسعود کی ایک ایک بات یاد آنے لگی اور میں محسوس کر رہی تھی کہ جیسے وہ شخص مجھے بھیڑیوں کے چنگل سے

نکال کر کس حکمت سے گھر پہنچا گیا۔ اس نے نہ صرف مجھ پر بلکہ میرے پورے خاندان پر کتنا بڑا احسان کیا ہے اور پھر اس کا احساس تک نہیں ہونے دیا۔ میرے گھر آنے کے اگلے روز ہی میرے بھئی نے وی سی آر، ڈش، ٹیلی ویژن، اور ٹیپ ریکارڈ کو توڑ ڈالا اور پھر گھر والوں نے ایک ماہ بعد میری شادی کردی۔ میرے شوہر بہت اچھے ہیں وہ انتہائی نیک اور رحم دل انسان ہیں۔ میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔

میرے تین بچے ہیں۔ ایک بیٹی اور دو بیٹے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں نہایت پرسکون گھر اور خوش گوار ماحول میں رہ رہی ہوں۔ آج بھی جب مجھے وہ واقعہ یاد آتا ہے تو بے اختیار رانا طارق مسعود جیسے عظیم شخص کے لیے میرے دل سے دعا نکلتی ہے۔ آج اگر میں خوش وخرم زندگی گزار رہی ہوں تو اس نیک دل اور شریف النفس انسان کی وجہ سے ورنہ شاید آج میں غلط ہاتھوں میں پہنچ کر نہ جانے برائی کی کس دلدل میں کھو گئی ہوتی یا پھر اس ''بازار'' میں پہنچ کر اپنے خاندان کی غیرت کا جنازہ بن جاتی۔

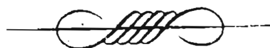
میری شادی کے قریباً ایک سال بعد میری ماں نے بتایا کہ رانا طارق مسعود تمھیں آصف صاحب کے گھر پہنچا کر آصف صاحب کے ہمراہ ہم سے ملنے آئے تھے اور انھوں نے نہایت پیار سے ہمیں بتایا کہ آپ کی بیٹی الحمد للہ! خیریت سے ہے اور اسی طرح ہماری حفاظت میں ہے جس طرح کہ ہماری سگی بہن ہو۔ مگر تمھارے بھائی نے جب ان سے کہا کہ مجھے بتائیں! وہ کہاں ہے؟ میں اس بے غیرت کو قتل کردوں گا تو انھوں نے نہایت حکمت و تدبر اور نرمی سے تمھارے بھائی کو سمجھایا کہ ابھی تک اس کے جانے کی بات صرف تم لوگوں کو معلوم ہے اور آپ کی عزت اور ناموس محفوظ ہے، جب تم اسے قتل کردو گے تو یہ بات ہر شخص کی زبان پر ہوگی اور پھر تمھاری دوسری بہنیں جب تھانے کچہری میں لوگوں کے پاس جائیں گی تو کیا ان کی

عزت محفوظ رہے گی ؟ تو گویا دراصل تمہارا یہ قدم خاندان کی بربادی اور عزت و ناموس کا جنازہ نکالے گا اور پھر یہ ویڈیو اور ٹیلی ویژن تم نے ہی تو لا کر دیے تھے جس پر فلمیں دیکھ دیکھ کر اس پر فلم ایکٹریس بننے کا جنون طاری ہوا۔ سب سے پہلے آپ کو اپنے گھر کی اور اپنی اصلاح کی ضرورت ہے یہ میرا آپ کو مخلصانہ مشورہ ہے اگر آپ مجھے اپنا محسن سمجھتے ہیں تو اس لڑکی کو شبہ بھی نہ ہونے دیجیے گا کہ آپ کو اس کے اس عمل کا پتہ چلا ہے نیز جتنی جلدی ممکن ہو اس کی شادی کر دیں۔

آج جب میں نے راحیلہ آغا کا انٹرویو پڑھا کہ اس نے اداکاری کیوں چھوڑی؟ تو میں سوچ رہی تھی کہ جس عظیم انسان کی فلم میں اس نے کام کیا، واقعی اس کے بعد اسے اداکاری چھوڑ ہی دینی چاہیے تھی۔

آج میرے گھر میں نہ ٹی وی ہے اور نہ ہی وی سی آر وغیرہ۔ اپنی دینی بہنوں سے میری درخواست ہے کہ وہ اس بات پر ضرور دھیان رکھیں۔ ان کے بچے ٹی وی یا وی سی آر پر کیا دیکھ رہے ہیں؟ اکیا ان میں کوئی منفی کردار بننے کا جذبہ تو پیدا نہیں ہو رہا ؟ خاص طور پر اپنی بیٹیوں پر پوری توجہ دیں۔ ان میں دین اسلام کا شعور پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ان میں حلال وحرام کی تمیز پیدا کرنے کی کوشش کریں اور ان کے قلب و ذہن میں پردے کا شعور پیدا کریں کیونکہ پردہ عورت کو بہت سی برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ (سینما سے مسجد تک ۸۲ تا ۹۰)

یہ واقعہ والدین کا دل دہلانے کے لئے کافی ہے لیکن کتنے سنگ دل ہیں وہ والدین جو اپنی اولاد کو ٹی وی ،وی سی آر، ڈش ،سی ڈی وغیرہ منحوس آلات کے سامنے بیٹھا دیکھ کر کچھ بھی محسوس نہیں کرتے ۔



ہماری نسل کی تباہی کے مزید ذرائع

بازاروں میں کئی قسم کی گیمیں چل رہی یں جس میں بچے اور بڑے سب جا کر اپنا وقت اور پیسہ برباد کرتے ہیں۔

❁ شہروں میں جگہ جگہ پارک اور سیر گاہیں بنائی گئی ہیں ان میں نوجوان عورتیں زرق برق لباس پہنے اور اچھے سے اچھا میک اپ کیے ان سیر گاہوں میں جاتی ہیں وہاں غنڈے اور بدمعاش نوجوان بھی ہوتے ہیں پھر وہاں جو کچھ ہوتا ہے اللہ پناہ دے۔

پھر افسوس تو اس پر ہے کہ ان عورتوں کو فیشن کے ساتھ سیر گاہوں میں لانے کے لیے ماں باپ کا تعاون شامل ہوتا ہے اور کچھ بے غیرت ماں باپ تو اپنی نوجوان لڑکیوں کو بنا سنوار کر خود اپنے ساتھ ان پارکوں میں لاتے ہیں ان سیر گاہوں پر ایمان اور غیرت کا جنازہ نکل جاتا ہے لیکن پھر بھی اپنے کو مسلمان کہنے والے ان پارکوں میں جاتے اور اپنی نوجوان بیویوں، بہنوں، بیٹیوں کو لے جاتے ہیں اس کا نقصان صفحات میں پٹھان فیملی کا وقعہ میں پڑھ چکے ہیں۔

❁ ہمارے اخبارات دیکھیں تو وہ دو حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

۱ قتل، ڈکیتی، چوری، بدکاری وغیرہ کی دلخراش اور دل کو دکھ دینے والی سیاسی خبریں ہوتی ہیں۔

۲ بدکار اور فاحشہ عورتوں کی رنگین تصاویر جو ہماری نئی نسل کو تباہ کیے جا رہی ہیں

کسی کے دل میں ویسی فاحشہ بننے کی خواہش اور کسی کے دل میں اس فاحشہ کے حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے اور اخبارات کے مالکان اپنی تجارت چمکانے کے لیے ننگی تصویریں پہلے صفحے پر لگاتے ہیں اور کئی کئی صفحات اس لعنت کے لیے مختص کرتے ہیں۔

- پوری قوم کو کرکٹ پر لگا دیا گیا ہے کچھ کھیلنے والے، کچھ دیکھنے والے، کرکٹ کا میچ لگا ہے نوجوان طبقہ حتی کہ کئی اہل علم بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے ہیں نہ قرآن کی تلاوت کا خیال اور نہ نماز کا ہوش، بس اسی فکر میں لگے ہوئے ہیں کہ فلاں جیت جائے اور فلاں ہار جائے۔

کئی لوگ اس میدان میں پہنچ جاتے ہیں جہاں میچ کھیلا جا رہا ہوتا ہے اور وہاں ٹکٹ کے منہ مانگے پیسے دیتے ہیں۔ پھر میچ پر کروڑوں کا جوا لگا ہوتا ہے کوئی کہنے والا جیتا ہے کہ اگر فلاں ہار گیا تو میں اتنے پیسے دوں گا وغیرہ وغیرہ۔

پہلے تو چند بے وقوف تھے جو کرکٹ کھیلتے اور دیکھتے تھے اب تو اللہ محفوظ رکھے گھر گھر میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنا قیمتی وقت (کوڑا) کرکٹ کھیلنے یا دیکھنے پر لگا دیتے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ میں وسیم اکرم بن جاؤں میں فلاں بن جاؤں آخر وسیم اکرم بننے سے کیا حاصل ہوگا؟ دراصل بات یہ ہے کہ

جب ایمان جاتا رہے تو پھر ایسی امنگیں دل میں بسیرا کر لیتی ہیں۔

- ڈائجسٹ اور ناول جیسے فضول لٹریچر جن میں آج کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس طرح مگن ہیں جیسے مسلمان اللہ کی کتاب قران مقدس کو شروع سے آخر تک پڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح آج سکولوں کالجوں کی پیداوار اول سے آکر تک ڈائجسٹ ناول پڑھتے چلے جاتے ہیں

قرآن پڑھنے کا بالکل شوق نہیں لیکن سارا دن ناول پڑھتے رہتے ہیں پھر جب سونے کے لیے بستر پر جاتے ہیں تب بھی ناول ان کی بغل میں ہوتا ہے، سونے کے ذکر و اذکار تو نہ کیے لیکن جب تک آنکھ کھلی رہ سکتی تھی تب تک ناول پڑھتے رہے سوچنے کی بات ہے کہ اگر آج رات اس نوجوان یا عورت کو موت آجاتی تو اس کا ٹھکانہ کہاں ہوتا؟

ان ناولوں میں جو واقعات لکھے ہوئے ہیں، ناول پڑھنے والے بھی اس طرح کی واردات کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کم از کم وہ عشق معشوقی کے راستے پر تو ضرور چل پڑتے ہیں۔

❁ گانے بجانے کے آلات مثلاً ریڈیو، ٹی وی، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ جب پہلے پہلے آئے تھے تب لوگوں کی اکثریت ان سے متنفر تھی کہ کہیں حیاء اور غیرت نہ گھر سے اٹھ جائے لیکن اب یہ چیزیں معمولی سمجھی جاتی ہیں ان سے روکنے والے لوگ بھی ختم ہو چکے ہیں اور اب جو روکتے ہیں ان کی بات میں اثر ہی نہیں رہا کیونکہ قوم کے ذہن ماؤف اور دل بے حس بن چکے ہیں۔تو نیک بات اثر کیوں کرے؟۔

ان آلات کی وجہ سے ہمارے معصوم بچوں کو اور کوئی چیز آئے یا نہ آئے البتہ ان کی زبان پر کسی کنجر کے گانے ضرور آجاتے ہیں اب یہ بچہ معصوم ہے اور گانے اس کی زبان پر ہیں تو جب یہ بڑا ہوگا تو کیا گل کھلائے گا؟

ٹی وی پر جو ڈرامے آتے ہیں جن میں جرائم اور جرائم پیشہ لوگ دکھائے جاتے ہیں ہمارے بچے ان کو دیکھ کر اس طرح کے جرائم کرتے ہیں اور ان ڈراموں کو دیکھ کر نوجوان اپنے والدین سے کہہ دیتا ہے کہ میری شادی فلاں بے حیاء اور بے غیرت لڑکی سے کردو ورنہ میں خودکشی کرلوں گا اور نوجوان لڑکی اپنے والدین کو دھمکی دیتی

ہے کہ اگر میری شادی فلاں بدمعاش لڑکے سے نہ کی تو میں خودکشی کرلوں گی۔

یہ نوبت ان پروگراموں کی وجہ سے آئی ہے جو ٹی وی وغیرہ پر ہمارے گھروں میں ہوتے رہتے ہیں۔ٹی وی وغیرہ پر آنے والے پروگراموں کا اثر جہاں بڑے بچوں پر ہوتا ہے وہاں چھوٹے معصوم ناسمجھ بچوں پر بھی ہوتا ہے۔ ہمارے گھر میں ٹیپ ریکارڈر پر مولانا محمد حنیف ربانی صاحب کی کیسٹیں لگی رہتی تھی، مولانا صاحب اپنی تقریر میں بار بار کہا کرتے تھے میں ''صدقے جاواں'' ایک دن میں اپنے بیٹے امیر حمزہ کے ساتھ بیٹھا تھا اس وقت اس کی عمر تقریباً دو سال تھی ابھی اس نے نیا نیا بولنا شروع کیا تھا مجھے کہنے لگا ابو جی ہمارا ٹیپ کہتا ہے، میں صدقے جاواں۔

مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اس بچے کو یہ لفظ کیسے آ گیا جب بچے کی اپنی مادری زبان پنجابی نہیں بلکہ سرائیکی تھی۔ معلوم ہوا کہ گھر میں چلنے والے آلات کا اثر چھوٹے بچوں پر بھی ہوتا وہ ان سے ڈانس وغیرہ بھی سیکھتے ہیں

۞ کمپیوٹر دور جدید کی جدید مشین ہے اس کے فائدے بہت ہیں لیکن اس کے نقصانات بھی بہت ہیں دیکھا یہ گیا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے والے لوگ بہت ہی کم ہیں اور اس کو غلط طریقہ پر استعمال کرنے والے لوگ بہت زیادہ ہیں۔ والدین اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو قیمتی سے قیمتی کمپیوٹر لے کر دیتے ہیں کہ ہمارے بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں گے لیکن اولاد اس کو غلط استعمال کرتی ہے کمپیوٹر پر ٹی وی کے پروگرام دیکھے جاتے ہیں۔ سی ڈی ڈال کر فحش فلمیں دیکھی جاتی ہیں۔ اس پر عشقیہ مکالمے ہوتے ہیں اور ان پر اسلام کے خلاف پروپیگنڈے بھی دیکھے اور سنے جاتے ہیں جس سے نوجوان نسل کے دل میں قرآن اور اسلام کے خلاف شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں۔

۞ ٹیلی فون ایک مفید چیز ہے لیکن اس سے بھی غلط فائدہ اٹھانے والے لوگ کثرت

سے موجود ہیں ، بے حیاء لڑکے اور لڑکیاں ٹیلی فون کے ذریعے عشق بازی کرتے ہیں ٹیلی فون جس گھر میں ہو وہ ان کو پریشان کرتے ہیں کسی گھر کا نمبر ملا دیا اگر کسی لڑکی نے فون اٹھایا تو اس سے دوستی کا ہاتھ بڑھانے کا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں پہلے تو پی ٹی سی ایل نمبر ہوتے تھے جن کے نقصانات کم تھے کہ کوئی لڑکا یا لڑکی بہت کم مواقع پر کسی غلط جگہ فون کر سکتے تھے پھر پی سی او عام ہو گئے جن سے کافی حد تک اوباش لڑکوں اور لڑکیوں کی پریشانی ختم ہوئی لیکن اب تو موبائل آ گئے ہیں کوئی لڑکا یا لڑکی جب چاہے جس جگہ چاہے فون کر سکتے ہیں اس بے حیائی کو عام کرنے کے لیے روز بروز ٹیلی فون ، موبائل فون اور فون کال کے نرخ کم ہوتے چلے جا رہے ہیں جب کہ ضروریات زندگی آٹا، دال ، چینی وغیرہ روز بروز مہنگے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں کفار کی بہت بڑی سازش ہے۔

- سکولوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کو مخلوط تعلیم دی جا رہی ہے اور انھیں اکثر سکولوں میں ڈانس ناچ گانے سکھائے جاتے ہیں۔ والدین ہیں کہ انھیں کوئی خوف خطرہ نہیں وہ روزانہ اپنے بچوں کو بنا سنوار کر سکولوں میں بھیجتے ہیں انھیں اس چیز کی پرواہ ہی نہیں ہے کہ ان سکولوں میں نسل کا ستیا ناس ہو رہا ہے انھیں تو بچوں کی ڈگریاں اور نوکریاں چاہئیں اور بس۔

> ''کتنا اچھا ہوتا کہ ایسے سکول بنائے جاتے کہ جن میں بچوں کی اچھی تربیت اور اچھی تعلیم ہوتی جس سے دنیا اور آخرت دونوں اچھی ہو جاتیں۔

اوپر والی تحریر سے واضح ہو گیا کہ ہمارے معاشرے کو برباد کرنے والی کئی چیزیں ہمارے سامنے موجود ہیں جن میں ہماری نسل ملوث ہے جس سے ہمارا دینی اور دنیاوی

دونوں طرح کا نقصان ہو رہا ہے اور یہ سب کچھ اس ملک میں ہو رہا ہے جو اسلام کے نام پر لیا گیا تھا اور حکمران ہیں کہ ان نقصان دہ چیزوں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں اور اسلامی اقدار کو مٹانے کے چکر میں لگے ہوئے ہیں نہ جانے یہ سب کچھ بے ہوشی میں کیا جا رہا ہے یا جان بوجھ کر اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے کیا جا رہا ہے؟

معلوم ہو گیا کہ ہم نے اپنی اولاد کو کن کاموں کو کرنے کا پابند بنانا ہے اور کن چیزوں سے ان کو بچا کر رکھنا ہے اگر کسی کی اولاد خراب ہے یا نیک اس میں والدین کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِیْمَةُ بَهِیْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْهَا مِنْ جَدْعَاءَ »

''ہر بچہ فطرت (یعنی مسلمان) پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں جیسے جانور صحیح اعضاء والا بچہ جنتا ہے (پھر بعد میں وہ کانا لنگڑا اندھا وغیرہ ہو جاتا ہے اس طرح بچہ پیدائش کے وقت مسلمان پیدا ہوتا ہے لیکن لوگ اسے کفر کی تعلیم دیتے ہیں)''

بخاری، کتاب الجنائز باب اِذَا اَسْلَمَ الصَّبِیُّ......رقم......)

اولاد کو بچپن سے ہی دین اسلام پر لگا دینا چاہیے۔

بچوں کی تربیت میں والدین کا بہت زیادہ دخل ہوتا ہے اگر والدین نیکی کرتے ہیں تو اولاد بھی نیکی کرتی ہے اگر والدین برے ہوں تو اولاد بھی بدفطرت بنتی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا آپ نے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا (نماز سے پہلے) نہ اذان کہی گئی اور نہ ہی

اقامت پھر آپ ﷺ بلال رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے تقویٰ اختیار کرنے کا اور اپنی اطاعت کا حکم دیا اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کی پھر آپ ﷺ عورتوں کے پاس آئے انھیں بھی وعظ ونصیحت کی اور فرمایا صدقہ کرو اکثر عورتوں کو میں نے جہنم میں جلتا دیکھا ہے ایک متوسط طبقے کی سیاہ رخساروں والی عورت نے آپ سے سوال کیا یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

« لِاَنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ الشَّكَاةَ وَ تَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَ فِيْ رِوَايَةٍ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ »

''تم (اولاد وغیرہ) کو گالیاں بہت دیتی ہو) اور اس لیے کہ تم شکوی شکایت بہت کرتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔''

خواتین نے اپنے زیور صدقہ میں دینے شروع کیے چنانچہ وہ اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں حضرت بلال کے کپڑے میں ڈال رہی تھیں اور بلال رضی اللہ عنہ انھیں اکٹھا کیے جا رہے تھے۔ (مسلم كتاب العيدين، رقم......)

لہٰذا اولاد کو گالیاں بددعا نہیں دینی چاہیے۔ ورنہ یہ چیز اولاد میں بھی چل پڑے گی وہ بھی بد زبان ہوگی دوسرا یہ کہ والدین کے اولاد کو بد دعا کے بہت غلط نتائج نکلتے ہیں ماں باپ بددعا اگر اولاد کے حق میں قبول ہو جائے تو اولاد ذلیل ہوتی نظر آتی ہے ایک واقعہ پڑھیں۔

جریج کو ان کی ماں کی بد دعا لگ گئی

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: گود میں کسی بچے نے بات نہیں کی سوائے تین بچوں کے۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام، دوسرے (بچے کا واقعہ یوں ہے) بنی اسرائیل میں جریج نامی ایک شخص تھا وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں آئی اور اسے بلایا تو وہ (دل میں) کہنے لگا کہ میں نماز پڑھے جاؤں یا اپنی ماں کو جواب دوں؟

(لہٰذا جواب نہ دیا ایسا تین بار ہوا) اس کی ماں نے کہا:

« اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتهُ حَتّٰى تُرِيَهُ وُجُوهَ الْمُومِسَاتِ »

''یا اللہ! یہ اس وقت تک نہ مرے جب تک بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے (یعنی ان سے اس کا سابقہ پڑے)۔''

پھر ایسا ہوا کہ جریج اپنے عبادت خانہ میں تھا کہ ایک (فاحشہ) عورت آئی اور جریج سے بدکاری کرانا چاہی، لیکن جریج نہ مانا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی، اس سے منہ کالا کیا اور ایک حرامی لڑکا جنا۔ لوگوں نے پوچھا یہ لڑکا کہاں سے لائی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ جریج کا ہے لوگ یہ سن کر بہت غصے ہوئے کہ ایسا عابد ہو کر بدکاری کرتا ہے۔ انہوں نے آکر اس کے عبادت خانہ کو توڑ ڈالا۔ اسے نیچے اتار دیا اور گالیاں دیں۔ جریج نے وضو کیا، نماز پڑھی، پھر اس بچے کے پاس آیا (جو پیدا ہوا تھا) اس سے پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا چرواہا۔ اب لوگوں نے (شرمندہ ہو کر) کہا کہ ہم آپ کا عبادت خانہ سونے کا بنا دیتے ہیں اس نے کہا نہیں مٹی سے بنادو۔

اس طرح بنی اسرائیل کی ایک خاتون اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اتنے میں وہاں سے ایک خوبصورت شکل ولباس والا شخص گزرا تو عورت نے کہا:

« اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اِبْنِیْ مِثْلَهٗ »

''اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دینا۔''

تو بچے نے پستان چھوڑا اور سوار شخص کی طرف منہ کر کے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا پھر وہ دودھ چوسنے لگا۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے کی نقل اتارتے ہوئے انگلی کو چوس رہے ہیں پھر ایک لونڈی کا گزر ہوا (جیسے لوگ مار رہے تھے) تو ماں نے کہا:

« اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ اِبْنِیْ مِثْلَ هٰذِهٖ »

اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا بچے نے یہ سن کر پستان چھوڑ دیا اور کہنے لگا:

« اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا »

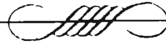
''اے اللہ مجھے اسی جیسا ہی بنانا۔''

ماں نے پوچھا: وہ کیوں؟ اس نے کہا:

« اَلرَّاكِبُ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ وَ هٰذِهِ الْاَمَةُ يَقُوْلُوْنَ سَرَقْتِ زَنَيْتِ وَلَمْ تَفْعَلْ »

''سوار آدمی جابر متکبر شخص تھا جبکہ لونڈی کے متعلق لوگوں کا کہنا ہے کہ اس نے چوری اور بدکاری کی ہے حالانکہ اس نے چوری اور بدکاری نہیں کی۔''

(احادیث الانبیاء، باب قوله تعالىٰ ﴿ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ... ٣٤٣٦)



والدین اولاد کی نیک صلاحیت پر خوش ہوں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ایک سوال کیا کہ ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے وہ مسلمان شخص کی مثل ہے مجھے بتاؤ کہ وہ کونسا درخت ہے؟

اب صحابہ جنگل کے درختوں میں ذہن دوڑانے لگے لیکن میں جان گیا تھا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن (جلیل القدر صحابہ کی موجودگی میں میں نے بتانے سے) شرم کی۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بتائیں کہ وہ کونسا درخت ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

میں نے (مجلس کے اختتام پر) اپنے والد بزگوار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ مجھے اس سوال کا جواب تو معلوم تھا لیکن میں شرما گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَاَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ لِيْ كَذَا وَ كَذَا»

''اگر تو اس مجلس میں جواب دے دیتا تو میرے لیے یہ چیز اتنی قیمتی تھی کہ اگر مجھے اس کے بدلے میں اتنے اتنے (اونٹ بکریاں وغیرہ) مل جاتے تو ان کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔''

بخاری کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم......رقم......)

لہٰذا اولاد کی اچھی عادات اور کامیابی پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے اس کا اولاد پر گہرا اثر ہوتا ہے۔اور یہ حقیقت ہے کہ والدین کی نیکوکاری پر اولاد کی صلاحیتیں ظاہر

ہوتی ہیں۔ والدین اولاد سے خوشی کیوں نہ ہوں جب کہ اولاد کی پرورش پر آنے والے اخراجات کے بدلے جنت ملتی ہے اگر اولاد فوت ہو جائے تب بھی جنت ملتی ہے۔

فوت شدہ اولاد انسان کے لیے باعث اجر وثواب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ مَاتَ لَهٗ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانَ لَهٗ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ اَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ »

''جس (مسلمان) کے تین نابالغ بچے فوت ہو گئے تو وہ بچے اس کے لیے جہنم کی آگ سے بچاؤ بن جائیں گے یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) وہ شخص جنت میں داخل ہو گا۔''

بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی لولاد...... رقم......

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا اَنْفَقَ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةً وَ هُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةً »

''جب کوئی مسلمان اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ خرچ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔''

ایک روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِيْ رَقَبَةٍ وَ دِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْكِيْنٍ وَ دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِيْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ »

''ایک دینار وہ ہوتا ہے جو تو جہاد میں خرچ کرتا ہے اور ایک وہ دینار ہوتا ہے جسے تو غلام آزاد کرنے میں لگا دیتا ہے اور ایک وہ دینار ہوتا ہے جسے

تو مسکین پر خرچ کر دیتا ہے اور ایک دینار وہ ہوتا ہے جسے تو اپنے اہل و عیال پر لگا دیتا ہے ان میں سے بڑے اجر والا وہ دینار ہوگا جسے تو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے۔'' مسلم، کتاب الزکاة باب فضل النفقة علی العیال ، باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین......رقم......

معلوم ہوا اولاد کی کمی کے لیے فیملی پلاننگ اپنانے کی بجائے ان پر حلالی مال خرچ کر کے ثواب حاصل کیا جائے۔

اولاد کے لیے رزق حلال ہونا ضروری ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا...... »

''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو اپنے رسولوں کو دیا۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے رسولوں کو) فرمایا:

﴿ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ...... ﴾

''اے رسولوں (کی جماعت) پاکیزہ چیزیں ہی کھایا کرو اور اعمال نیک کرتے رہو میں تمھارے عملوں کو خوب جاننے والا ہوں۔''

اور اللہ تعالیٰ (مومنوں کو حکم دیتے ہوئے) ارشاد فرماتا ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ...... ﴾

''اے ایمان والو! تم وہ پاکیزہ چیزیں کھایا کرو جو میں نے تمھیں بطور رزق دی ہیں۔''

(راوی کہتا ہے کہ) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسافر شخص کا ذکر فرمایا کہ وہ لمبا سفر

طے کرتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے اور جسم غبار سے اٹا ہوا ہوتا ہے وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعائیں کرتا ہے لیکن اس کی دعا قبول نہیں ہوتی (حالانکہ مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے)۔

((مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَ غُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ))

''کیونکہ اس کا کھانا اور پینا اور لباس حرام (کے مال) ہے تو اس کی دعا کیسے شرف قبولیت پاسکتی ہے؟''

مسلم ، کتاب الزکاۃ باب الحث علی الصدقۃ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ......رقم......

اس لیے خود حلال کھانا چاہیے اور اولاد کے لیے حلال رزق کمانا اور ان کو حلال کھلانا چاہیے اس کا اولاد پر اچھا اثر ہوتا ہے اور حرام رزق اولاد کی خرابی کا باعث ہوتا ہے۔عموماً وہ بھی بڑی ہو کر حرام خور ہوتی ہے نبی کریم ﷺ کی سیرت سے ایک واقعہ پڑھیں کہ آپ ﷺ اپنی اولاد کو حرام کھانے سے منع کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے صدقے کی کھجوروں میں سے کھجور کا ایک دانہ اٹھایا اور کھانا چاہا لیکن نبی ﷺ نے دیکھ لیا تو آپ ﷺ نے (دور سے آواز لگائی اور) فرمایا:

((كَخٍ كَخٍ اِرْمِ بِهَا۔))

''خبردار......!اسے پھینک دو۔''

پھر فرمایا:

((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ))

''کیا تمھیں پتا نہیں ہے کہ ہم صدقے کا مال نہیں کھاتے؟''

مسلم، کتاب الزکوۃ ،باب تحریم الزکوۃ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ...... رقم......

اولاد سے خوب پیار کرو لیکن ان کی غلط حرکت پر خاموشی اختیار نہ کی جائے۔

نیک اولاد والدین کا فائدہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کی یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو چکی ہے اور اس لیے ایک مہینے کے روزے رکھنے تھے (لیکن وہ نہ رکھ سکی تو کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ لوں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بتا کہ اگر تیری والدہ پر قرض ہوتا تو اسے ادا کرتی؟ اس نے کہا کیوں نہیں میں ضرور ادا کرتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس نے جو روزے رکھنے تھے وہ اللہ کا قرض تھا جو اس کے ذمے واجب الاداء تھے) اللہ کا قرض ادا کرنے کا تم زیادہ حق رکھتی ہو۔

مسلم، کتاب الصیام، باب قضاء الصوم عن المیت......رقم......

فائدہ= اگر اولاد نیک ہو گی تو میت کے ذمے قرض کو ادا کرے گی اور مرے ہوئے ماں باپ کے لیے مغفرت کی دعائیں کرے گی اگر اولاد کو نیک بنانے کی محنت کی جاتی ہے تو پھر اولاد نیک اور نامور پیدا ہوتی ہے۔ چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔



چند مثالی بچے

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور اسلامی فوج کے عظیم جرنیل اور فارس کے بہت سے علاقوں کے فاتح تھے۔ حضرت عمیر ان کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ چھوٹی عمر میں مسلمان ہوئے تھے جنگ بدر کے موقع پر وہ سولہ برس کے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب بدر کی طرف روانہ ہوئے تو اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھا کہ وہ صحابہ کے پیچھے چھپ چھپ کر میدان بدر کی طرف جا رہے تھے۔ انھوں نے بلا کر پوچھا، بھائی کیا وجہ ہے اس طرح چھپ چھپ کر کیوں میدان کی طرف جا رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے خطرہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا تو بچہ سمجھ کر کہیں واپس نہ کر دیں گے جبکہ میرا پختہ ارادہ ہے کہ میں میدان جنگ میں جاؤں اور اللہ مجھے شہادت سے نواز دے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ چھوٹے بھائی کے جذبات سے بہت متاثر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میرے چھوٹے بھائی عمیر جنگ میں جانا چاہتے ہیں آپ اجازت دیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو بلایا اور پوچھا تو اس نے اپنے ارادہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ابھی بچے ہو۔ واپس چلے جاؤ۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تو رونا شروع کر دیا۔ آپ نے جب ان کے جذبات دیکھے تو اجازت دے دی۔

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں نے اس مجاہد کو تیار کر کے میدان جنگ کی طرف

روانہ کر دیا۔ جب وہ مجاہد تلوار کندھے پر لٹکا کر جا رہا تھا۔ تو تلوار بڑی تھی اور مجاہد چھوٹا تھا۔ تلوار قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے زمین پر لگ رہی تھی تو میں نے نیام کو گرہ لگا دی تاکہ تلوار زمین سے بلند رہے۔ یہ ننھا مجاہد اسلام کی اس پہلی جنگ میں دلیری سے لڑا اور شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہو گیا۔ (منقول از تربیت اولاد۔ مولانا ھود)

حضرت عمیر نے اپنے بھائی حضرت سعد کی محنت و تربیت سے یہ جذبہ اور بلند مرتبہ پایا تھا۔ اس لئے ہمیں بھی اپنی اولاد اور اپنی پرورش میں موجود بہن بھائیوں پر دینی اور جہادی جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر بچے کے سرپرست اچھے ہوں تو بچے اچھے ہوتے ہیں۔

دودھ میں پانی کی ملاوٹ نہ کرنے والی عورت کی نسل میں خلیفہ پیدا ہوا:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ مدینہ میں کبھی کبھار رعایا کی خبر گیری کے لیے گشت کرنے کی تھی ...... اسی عادت کے تحت ایک روز آپ گشت کر رہے تھے کہ ایک گھر کے پاس سے گزرے تو بلند آوازیں آرہی تھیں...... آپ ذرا ٹھہر گئے تو کیا سنتے ہیں کہ ماں اپنی بیٹی کو جانچنے کے لیے کہ اس کا ایمان کس قدر مضبوط ہے ...... کہتی ہے ...... بیٹا! دودھ میں پانی ملا لو، اس طرح درہم و دینار زیادہ مل جائیں گے۔ بیٹی نے ماں سے کہا...... کیا آپ کو پتا نہیں کہ مسلمانوں کے خلیفہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ملاوٹ سے منع کر رکھا ہے؟ ماں نے کہا بیٹا! یہاں اس وقت عمر ہمیں دیکھ تو نہیں رہے ...... بیٹی نے کہا اماں جان! عمر بے شک نہیں دیکھتے لیکن عمر کا رب تو دیکھ رہا ہے...... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ مکالمہ سنا، دروازے پر نشان لگایا اور صبح ماں بیٹی کو دربار میں طلب کر لیا۔ الغرض! فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی ماں سے اس کی بیٹی کا رشتہ طلب کر لیا۔ ماں باپ کو بھلا کیا چاہیے تھا کہ دنیا کا وہ خلیفہ جس نے دو سپر پاوروں ...... قیصر و کسریٰ کو پاؤں تلے روند ڈالا تھا

......ان کی بچی ......اس عظیم خلیفہ کی بہو بننے جا رہی تھی......اس لڑکی کی شادی خلیفۃ المسلمین کے بیٹے عاصم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی اور پھر میری بہنو! اس لڑکی کو اللہ نے جو بیٹی دی ......وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پوتی بن گئی ......اس پوتی کو اللہ نے ایک بیٹا دیا...... جانتی ہو یہ بیٹا کون تھا؟...... جی ہاں! یہ بیٹا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہے کہ جنھیں عمر ثانی کہا جاتا ہے۔ پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے......یعنی دیانت کا اللہ نے یہ پھل دیا کہ اس لڑکی کی اولاد سے عمر بن عبدالعزیز پیدا کیا۔ (مومن عورتوں کی کرامات)

ابو جہل کو دو کم سن لڑکوں نے قتل کیا:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن مجاہدین کی صف میں کھڑا ہوا تھا میں نے اپنی دائیں بائیں جانب نظر کی تو مجھے انصار کے دو کمسن لڑکے دکھائی دیے تو میں نے تمنا کی کہ کاش! میں ان (انصار) میں سے طاقتور (شہسواروں) کے درمیان ہوتا۔ خیر مجھے ان میں سے ایک نے دبایا اور کہا:

« يَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ »

''اے چچا! تم ابو جہل کو پہچانتے ہو؟''

میں نے کہا ہاں لیکن تمھیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتا ہے:

« وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا يُفَارِقُ سَوَادِیْ سَوَادَهٗ حَتّٰی يَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا »

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں تو پھر میرا جسم اس کے جسم سے الگ نہیں ہوگا حتیٰ کہ ہم میں سے پہلے جس کی موت مقدر میں ہوگی وہ مرجائے تو میں نے اس بات سے تعجب کیا پھر مجھے دوسرے نے دبایا اور اسی قسم کی گفتگو کی۔ پھر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ابو جہل کو دیکھا کہ

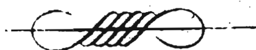
وہ لوگوں میں چکر لگا رہا ہے۔ میں نے کہا دیکھو وہ رہا وہ شخص جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے تھے۔ وہ دونوں اپنی تلواریں لے کر اس کی طرف لپکے اور اسے مارا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ گئے اور آپ ﷺ کو جا کر بتایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر دی ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ان کی تلواروں کو دیکھا تو فرمایا تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے مگر اس کا اسباب معاذ بن عمرو بن جموح کو ملے گا اور وہ دونوں لڑکے معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح کے بیٹے تھے۔

(فرض الخمس، باب من لم يُخَمِّسُ الاسلاب: ٣١٤١)

ایک روایت میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (بدر کے دن) فرمایا: کون ابوجہل کی خبر لائے گا؟ تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو اسے (اس حال میں) پایا کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے اسے اتنا مارا کہ وہ مرنے کے قریب تھا، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تو ہی ابوجہل ہے؟ اور اس کی داڑھی پکڑ لی تو اس نے کہا: ((وَ هَلُ فَوُقَ رَجُلٍ قَتَلُتُمُوهُ)) بھلا مجھ سے بڑھ کر وہ کون شخص ہے جسے تم نے قتل کیا یا یوں کہا کہ اس شخص سے بڑھ کر کون ہے جسے اس کی قوم نے قتل کیا ہو؟

(المغازى، باب قتل ابى جهل: ٣٩٦٢)

اگر والدین یا گھر کے سربراہان اپنے گھر اور گھر میں رہنے والوں کی نگرانی نہ کریں تو اس کے بھیانک نتائج نکلتے ہیں اب چند واقعات ملاحظہ فرمائیں جو کہ تربیت اولاد نامی کتاب مصنف مولانا ھود نے نقل کیے جا رہے ہیں ان واقعات کو پڑھ کر نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔



اولاد کی تربیت نہ کرنے کا خوفناک انجام

چند مثالیں

قاتل کون......؟ایک فکر انگیز تحریر

ارب پتی بزنس مین احمد کے فون کی گھنٹی بجی۔ وہ فائیو سٹار ہوٹل کی لابی میں بیٹھا تھا۔ حدِ نگاہ تک نظر آنے والے بحر متوسط کے نیلگوں پانی پر نظریں جماتے ہوئے اس نے فون سے کان لگایا۔

دوسری طرف قاہرہ سے اس کا بڑا بھائی بات کر رہا تھا، وہ بے تابانہ انداز میں کہہ رہا تھا: بھائی فوراً پہنچو ایک خوفناک حادثہ ہوا ہے، بس میں اس سے زیادہ نہیں بتا سکتا۔ ہرگز دیر نہ کرنا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کے بڑے بھائی نے فون بند کر دیا، اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس نے بڑے بھائی سے فون پر رابطہ کرنے کی بار بار کوشش کی، لیکن کامیابی نہ ہوئی، پھر اپنے گھر فون کیا، وہاں بھی کسی نے نہ سنا۔

اب تو مارے پریشانی کے اس کا برا حال ہو گیا۔ پھر وہ فوراً قاہرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاز اپنی رفتار سے منزل کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ لیکن اس کے خیالات میں طوفان کی سی ہل چل مچی تھی۔ آج وہ اپنے وقت کا کامیاب بزنس مین تھا۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے جب اس نے اپنی صورت آئینے میں دیکھی تھی تب اسے اپنے چہرے پر

جھریاں سی محسوس ہوئیں۔ وہ پکار اٹھا تھا۔ اُف! یہ میرا چہرہ سر میں کتنے بال سفید آگئے ہیں بلکہ اب تو سفید بال کثرت سے ہیں، سیاہ تو کم رہ گئے ہیں: اف خدایا، میری جوانی کہاں چلی گئی، پہلے میرا چہرہ کتنا خوبصورت تھا، پر رونق تھا۔'' ساحل سمندر کی طرف نظریں جماتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا۔ کتنا خوبصورت ہے یہ منظر، یہ نیلگوں پانی جو ساحل کی طرف زور وشور سے آتا ہے، پھر لوٹ جاتا ہے اور یہ بادل تیرتے ہوئے آتے ہیں۔ نیلے آسمان پر چھا جاتے ہیں نہ شدید گرمی نہ شدید سردی موسم کس قدر خوشگوار ہے؟

یہ سوچتے ہوئے وہ چائے پینے لگا ایسے میں اسے اپنی زندگی کا گزرا ہوا ایک ایک لمحہ یاد آنے لگا، سوچ کا دھارا اسے سمندر کی موجوں کے ساتھ بہائے لیے جا رہا تھا۔ کتنے خوبصورت ہیں یہ بادل، کبھی رکتے نہیں...... اور میری زندگی...... میری زندگی بھی تو نہیں رکتی۔ مسلسل جدو جہد اور کوشش والی زندگی، کبھی نہ رکنے والی، یہ ساری زندگی مسلسل کوشش میں تو گزر گئی۔ مال و جاہ کی تلاش میں بیت گئی۔ میں نے زندگی میں کتنے سفر کیے۔ بالکل ان بادلوں کی طرح جن کی کوئی منزل نہیں، کبھی کسی جگہ، کبھی کسی ملک میں آج وہاں نمائش لگی ہے، آج یورپ میں کاروباری میٹنگ ہے تو کل عرب ممالک میں۔ ایک ہی منزل، ایک ہی خواہش...... یہ کہ دنیا کا کامیاب بزنس مین بن جاؤں، دنیا کے صرف چند امیر ترین لوگوں میں میرا نام ہو، میں ارب پتی کہلاؤں، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کتنی محنت کی، کتنا وقت بیرون ملک گزرا۔ ذہن میں ایک خیال گزرا، بھلا کتنی راتیں تمھاری بیوی بچوں کے ساتھ گزری ہوں گی۔ اور کتنی فائیو سٹار ہوٹل میں، یقیناً جو وقت میں نے بیوی بچوں کے بغیر گزارا ہے، وہ میری زندگی کا بڑا حصہ ہے۔ بلاشبہ میں نے بہت دولت جمع کر لی۔ بڑا مصروف بزنس مین بن گیا، میری خوبصورت سی بیوی اور بیٹا...... اب تو جوان ہو گیا ہے۔

میری ساری جائیداد کا اکلوتا وارث، کاش ان لمحات میں میری بیوی اور میرا بیٹا میرے ساتھ ہوتے۔ میں نے ان پر بڑا ظلم کیا، بہت ہی کم وقت ان کے ساتھ گزارا۔ بس کاروبار میں الجھا رہا، مسلسل میٹنگیں، مختلف ممالک کے سفر، لیکن اب تو میں ارب پتی بن گیا ہوں۔ آخر اب ان سب مصروفیات کی کیا ضرورت ہے۔ یہ دولت آخر میرے کیا کام آئے گی، میں اپنی بیوی کا نہیں بچے کا نہیں، کیا میں ان کے ساتھ ظلم نہیں کرتا رہا؟ اب جب کہ میں اس مسلسل محنت سے تھک گیا ہوں...... تو میں کیوں نہ زیادہ وقت بیوی اور بیٹے کو دوں۔ بیٹا تو اب غالباً انجینئرنگ کے آخری سال میں ہے، میری اس سے آخری ملاقات کچھ عرصہ پہلے ہوئی تھی، وہ بھی بس تھوڑی دیر کے لیے...... بہر حال یہ بات طے ہے کہ وہ انجینئرنگ یونیورسٹی کا طالب علم ہے بس احمد ہر چیز کی ایک انتہا ہے، مجھے فوری طور پر قاہرہ پہنچنا ہے، نہ جانے بڑے بھائی کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے، خیر کوئی بات نہیں، وہ تو معلوم ہو ہی جائے گا، اس کا مسئلہ تو میں چٹکی بجاتے حل کر دوں گا۔

پھر وہ تصورات کے دوش پر سوار اپنے گھر پہنچ گیا...... وہاں پہنچتے ہی وہ ان کے درمیان بیٹھ گیا، جلدی سے محسوس ہو گیا کہ وہ تو جہاز میں بیٹھا ہے اور جہاز اسے قاہرہ کی طرف لیے جا رہا ہے آخر جہاز قاہرہ کے ائیرپورٹ پر اترا۔ اس کا بھائی بے چینی کے عالم میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا اور آنکھیں پتھرائیں، پتھرائیں لگ رہی تھیں، دونوں تیزی سے ایک دوسرے کی طرف بڑھے، معانقہ کیا۔

ہاں بھائی......! جلدی بتاؤ...... کیا بات ہے اس نے بے قرار ہو کر کہا۔ وہ بھائی...... بھائی...... بھابھی بڑا بھائی بس اتنا کہہ سکا۔

کیا ہوا میری بیوی کو...... اگر وہ بیمار ہو گئی تھی تو اسے یورپ بھجوا دیتے تو نے ایسا کیوں نہ کیا۔

اس لیے کہ اس کی ضرورت نہیں پڑی...... اور پھر یہاں بھی تو قابل ترین ڈاکٹر موجود ہیں۔

اسے کیا ہوا؟

بھائی! تمھیں پہلے میرے ساتھ میرے گھر چلنا پڑے گا۔ وہیں تمھیں سب کچھ بتاؤں گا۔

لیکن یہیں کیوں نہیں

آپ کو معلوم نہیں ...... پہلے میری بات سن لیں۔

اچھا چلو۔ اس نے جھلا کر کہا

پھر وہ اس کے ساتھ اس کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ بڑے بھائی سے اس کی ملاقات کئی سال بعد ہوئی تھی۔ کاروباری مصروفیات اسے کب دم لینے دیتی تھیں وہ تو مسلسل سفر میں رہتا تھا۔ راستے میں وہ اپنے بھائی سے کہتا رہا۔

میں جانتا ہوں! میں نے ان دونوں کے ساتھ بہت زیادتیاں کی ہیں، میری بیوی اور میرا بیٹا شاید دونوں مجھ سے بہت زیادہ ناراض ہوں! لیکن تم فکر نہ کرو، میں انھیں منا لوں گا، ان سے معافی مانگوں گا بہت وقت گزار لیا۔ کاروباری مصروفیات میں اب میں ان کے ساتھ رہا کروں گا۔ ان سے خوب باتیں کیا کروں گا۔ بیٹے ماحون کے ساتھ گپ شپ لگایا کروں گا۔ اس کی پڑھائی سے متعلق گفتگو، کالج کی مصروفیات کے بارے میں باتیں کیا کروں گا پھر ایک دن میں، ہاں میں ایک دن اس سے کہہ دوں گا...... اب تم میری کمپنی کے جنرل مینجر ہو، میں اب بہت تھک گیا ہوں تم ہی یہ سب کچھ سنبھالو...... میں تمھاری ماں کے ساتھ رہا کروں گا۔ میری طرح سفر پر سفر اب تم کیا کرو گے۔ میں جاتے ہی ماحون کو خوب پیار کروں گا...... اسے اپنے سینے سے لگاؤں گا......

بھائی...... گھر آ گیا۔“

اس نے بڑے بھائی کی آواز سنی تو جیسے گہری نیند سے چونکا۔ بھائی کے گھر نظر پڑتے ہی وہ بری طرح ہل کر رہ گیا۔ اس کا بھائی کوئی دولت مند آدمی نہیں تھا۔ ایک مقامی سکول میں سکول ٹیچر تھا۔ معمولی سی تنخواہ تھی اس کی۔ وہ اس کے بارے میں جانتا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے بھائی کی کبھی مدد کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کبھی اس کے حالات کے بارے میں غور وفکر نہیں کیا تھا کہ وہ کن حالات میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس کے پاس تو رہنے کے لیے اچھا گھر بھی نہیں ہے۔ ایسا کوئی خیال اگر کوئی آیا بھی تو اس نے یہ کہہ کر سر کو جھٹک دیا۔

پتہ نہیں! بھائی میری مدد لینا بھی پسند کرے گا یا نہیں، کہیں بگڑ نہ جائے وہ یہ نہ خیال کر بیٹھے کہ چھوٹا بھائی اپنی دولت کے بل پر اس غربت کا نذاق اڑا رہا ہے۔

ایسا سوچتے ہی مدد کرنے کا خیال تک اس کے دماغ سے نکل گیا۔ لیکن آج اس کے گھر پر نظر پڑتے ہی اس نے محسوس کیا۔

اف خدایا! میں نے آخر اپنے بھائی کی مدد کیوں نہیں کی۔ آخر یہ میرا بڑا بھائی ہے باپ کی مانند، اس کا یہ گھر میری امداد کا کتنا محتاج ہے۔ اس کی بیوی، اس کی اولاد...... آخر میں ان کا چچا ہوں میری اربوں کی جائیداد اور بنک بیلنس کس کام آئے گا۔ میرا بھائی پائی پائی کو محتاج، میں اربوں کا مالک، میں جن ہوٹلوں میں ٹھہرتا ہوں۔ ان کا ایک رات کا کرایہ کئی ہزار ڈالر اور بے شمار ڈالرز تو میں صرف بیروں کو ٹپ میں دے دیتا ہوں۔ کیا میرا بڑا بھائی ان بیروں جتنا حق بھی نہیں رکھتا...... افسوس میں کہاں بھٹکتا رہا ہوں؟

یہ خیالات گھر پر نظر پڑتے ہی چشم زدن میں اس کے دماغ میں کوند گئے۔ ایسے میں اسے بھائی کی آواز سنائی دی۔

آیئے بھائی......!

وہ اسے اندر کمرے میں لے آیا، اسے چارپائی پر بٹھا کر اس کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ پھر گنگ ہو کر بیٹھ گیا۔

کھونبیل بھائی! کیا بات ہے، تم نے مجھے اس طرح بلایا اور اپنے گھر لے آئے، اگر میری بیوی بیمار تھی تو مجھے سیدھا اس کے پاس لے جانا چاہیے تھا۔ اس نے بے تاب ہو کر کہا۔

آپ ٹھیک کہتے ہیں، لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں۔'' آخر بھائی نے اسے خبر سنا ہی دی۔

کیا...... کیا کہا......مم ......میری بیوی...... اب ......اب اس دنیا میں نہیں...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔'' وہ چلا اٹھا۔

میں ٹھیک کہہ رہا ہوں...... وہ اب اس دنیا میں نہیں۔''

نن نہیں......لیکن...... اسے ہوا کیا...... اور اگر یہی بات ہے تو تم مجھے یہاں کیوں لے آئے۔''

اس لیے کہ......اس لیے کہ...... بڑا بھائی کہنے کی ہمت نہیں پا رہا تھا اب جب کہ وہ مرگئی ہے......تو تم کچھ کہنے سے کیوں ڈر رہے ہو۔ کیا اس سے اندوہ ناک بھی کوئی خبر ہوسکتی ہے؟ ہاں بھائی۔ وہ بولا

کیا مطلب...... کیا کہا...... یا اس سے بڑی اندوہ ناک خبر بھی کوئی ہے۔ وہ دھک سے رہ گیا۔ بیوی کی موت کی خبر سن کر اس کی آنکھوں سے پہلے ہی آنسوؤں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ آخر وہ خبر کیا ہے۔''

بھابھی کو پولیس پوسٹ مارٹم کے لیے لے گئی ہے۔

کیا کہہ رہے ہو، یہ پولیس درمیان میں کہاں سے ٹپک پڑی۔ کیسا پوسٹ مارٹم

اور ماحون کہاں ہے، وہ تمھارے ساتھ ایئر پورٹ پر بھی نہیں آیا، کہاں ہے وہ...... کہاں۔ وہ چلا اٹھا۔

ہاں! وہ نہیں آسکا۔"

میں سمجھ گیا۔ وہ ماں کی وفات سے نڈھال ہو گا۔ میرے رب! میرے بیٹے کو حوصلہ عطا فرما، صبر عطا فرما، یہ عظیم صدمہ جھیلنے کی توفیق عطا فرما...... اور تم نے اب تک نہیں بتایا وہ خبر کیا ہے۔"

بھائی! میں نے سوچا تھا، بھابھی کو فوراً دفن کرادوں، لیکن پھر میں نے سوچا، بہتر ہو گا، تم ہی اسے اپنے ہاتھوں سے دفن کرو، اس پر الوادعی نظر ڈال لو۔"

میں سمجھ گیا، تم مجھے ایک دم وہ خبر نہیں سنانا چاہتے...... میں کہتا ہوں بتاؤ...... مجھ میں سننے کا حوصلہ ہے۔

نبیل واقعی اپنے اندر بتانے کا حوصلہ نہیں پا رہا تھا۔

بات یہ ہے بھائی...... وہ پھر کہتے کہتے رک گیا۔

ہاں............ بتاؤ...... کیا حادثہ میری بیوی کی موت سے بھی بڑا ہے؟

میں...... سننے کے لیے تیار ہوں...... تم بتاؤ۔

آخر اس نے کہا:

احمد! میں تمھیں کیسے بتاؤں، کیسے بتاؤں......؟ تمھارا جگر نہ پھٹ جائے۔ خبر ایسی ہے کہ دل اور دماغ اب تک ماننے سے قاصر ہیں مگر یہ حقیقت ہے۔

آج صبح سویرے پولیس اسٹیشن سے فون آیا، پولیس آفیسر مجھے فوری طور پر بلا رہا تھا، میں نے بلانے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا، جب تم پولیس اسٹیشن آؤ گے تو معلوم ہو جائے کہ میں کیوں بلا رہا ہوں۔ آخر میں پولیس اسٹیشن پہنچا۔ وہاں میں نے اسے دیکھا...... کاش میں اسے نہ دیکھتا اور جو میں نے سنا، کاش میں نہ سنتا۔ سننے کے لیے

زندہ ہی نہ رہتا۔ میں نے وہاں تمھارے اکلوتے بیٹے ماحون کو دیکھا، اس کے کپڑے خون میں لت پت تھے، اس کے ہاتھ خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ وہ نہایت ابتر حالت میں تھا۔ پولیس آفیسر کے سامنے اکڑوں بیٹھا تھا، میرا دل تو دھڑکنا بھول گیا، کلیجہ منہ کو آنے لگا، میں نے پولیس آفیسر سے پوچھا:

کیا ہوا ہے...... مجھے بتائیں، یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟''

پولیس آفیسر نے مجھے دیکھ کر نفرت زدہ انداز میں منہ پھیر لیا۔ ادھر ماحون نے مجھے دیکھا تو یک دم اٹھ کر میرے سینے سے لگ گیا، وہ بے اختیار رونے لگا، اس کی آواز بلند ہوتی چلی گئی۔

ہوا کیا ہے، یہ بھی تو بتائیں میں نے اس سے پوچھا۔

مگر وہ مسلسل روتا رہا، میں اسے خاموش کراتا رہا مگر اس کا رونا نہ رکا تنگ آ کر میں پھر پولیس آفیسر کی طرف مڑا۔ اس سے التجا کی آپ ہی بتائیں یہ تو نہیں بتا رہا۔

اب بھی پولیس آفیسر نے لب نہ کھولے، اب میں کبھی ماحون سے اور کبھی پولیس آفیسر سے پوچھتا رہا، وہ مسلسل روئے جا رہا تھا اور یہ مسلسل خلا میں تکے جا رہا تھا۔ آخر چلا اٹھا۔ کیوں نہیں بتا دیتے...... کیوں نہیں بتا دیتے۔ آخر پولیس آفیسر پھٹ پڑا۔

تمھارا بھتیجا...... یہ شہزادہ، امیر زادہ ہیروئن پیتا ہے اس نے اپنی ماں...... اپنی ماں کو قتل کر دیا ہے۔''

نبیل کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہی احمد پوری قوت سے چیخ پڑا اسے اپنے جسم سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔

نہیں......نہیں......نہیں۔ اس نے کہا:

اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، کتنی ہی دیر وہ روتا رہا پھر اس نے مشکل سے کہا:

یہ کیسے ممکن ہے، یہ کیسے ہو گیا، افسوس...... میری زندگی برباد ہو گئی یہ کیسے ہو

گیا۔ ایک بیٹے نے ماں کو کیسے قتل کر دیا۔ اپنی مہربان ترین ماں کو، وہ تو اس پر جان دیتی تھی وہ تو اس کا اکلوتا بیٹا تھا اس کی آنکھوں کا تارا، وہ تو اس کے بغیر چند گھنٹے نہیں گزار سکتی تھی، وہ تو اس کی زندگی کا سہارا تھا، اس کا خواب اس کا مستقبل تھا۔ اللہ کے لیے مجھے تفصیل سناؤ۔''

تمھارے اکلوتے بیٹے نے کچن سے گوشت کاٹنے والی چھری لی اور اپنی ماں پر پے در پے وار کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو گئی، پھر وہ اسی حالت میں چھری سمیت پولیس اسٹیشن پہنچ گیا۔ اپنا تعارف کرایا اور بتایا کہ وہ اپنی ماں کو قتل کر کے آیا ہے پولیس آفیسر نے اس کی تلاشی لی۔ کپڑوں سے ہیروئن کی پڑیا ملی۔ اس کے میڈیکل چیک اپ سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ ہیروئین پیتا ہے۔

باپ اور زور شور سے رونے لگا، روتے ہوئے کہنے لگا:

میری رفیقہ حیات اپنے بیٹے سے اور مجھ سے کتنی محبت کرتی تھی، پھر آخر ماحون نے ایسا کیوں کیا۔

نبیل چند لمحے تک، دکھی انداز میں اپنے بھائی کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

یہی وہ راز ہے جس سے اب تک پردہ نہیں اٹھا۔ کوئی کچھ نہیں جانتا، ایک بیٹے نے اپنی پیاری ماں کو کیوں قتل کر دیا۔ ماحون نے تو پھر زبان کھولی ہی نہیں۔ ممکن ہے جب اس سے تمھاری ملاقات ہو وہ کچھ بتا دے۔ اس راز سے پردہ اٹھا دے۔

دوسرے دن پوسٹ مارٹم وغیرہ کی کارروائیوں کے بعد میت کو دفن کر دیا گیا۔ احمد نے اپنے ہاتھوں سے اپنی بیوی کو قبر میں اتارا۔ اس دوران پولیس والے اور صحافی مسلسل اس سے سوالات کرتے رہے۔ پورے شہر پر سناٹا طاری تھا۔ کسی عام آدمی کا معاملہ ہوتا تو اخبارات والے چند لائنوں سے زیادہ کی خبر نہ لگاتے۔ یہاں تو معاملہ تھا

ممتاز صنعت کار کا۔ ایک ارب پتی بزنس مین کا ایک ارب پتی آدمی کی بیوی کو اس کے نوجوان بیٹے نے قتل کر دیا تھا۔ اخبارات کے لیے یہ کوئی معمولی خبر نہیں تھی۔

اخبارات کے پہلی صفحے پر اس خبر کو طرح طرح کی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا تھا۔ ایک اخبار نے تو اپنے خاص ذرائع سے اس حادثے کی تفصیل شائع کی تھی۔ اس اخبار نے مختلف ماہرین کی آراء کو شامل کیا تھا۔ ان کے انٹرویو کی روشنی میں کہانی شائع کی تھی۔

ایک اخبار نے یہ بھی لکھا۔

اس حادثے کا سبب کیا ہے ایک پڑھی لکھی فیملی جس کا سربراہ ایک معروف کمپنی کا مالک ہے۔ ارب پتی ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں اس کے کاروبار فیکٹریاں اور بنک بیلنس ہیں، دراصل وہ اپنی فیملی پر توجہ نہ دے سکا۔ ایک سال قبل اس کے بیٹے کو ہیروئن پینے کے جرم میں یونیورسٹی سے نکال دیا گیا تھا۔ باپ کو تو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا۔

احمد نے اس اخبار کی رپورٹ کو بار بار پڑھ کر، خود کو ٹٹولا اس نے محسوس کیا، اس حادثے کا اصل ذمہ دار وہ خود ہے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا وہ اپنے لاڈلے بیٹے سے حوالات میں ملاقات کرے گا، جرم کی تفصیل خود اس سے معلوم کرے گا...... ایسے میں اس نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا:

اے ارب پتی شخص! تمھارا بیٹا یونیورسٹی سے ایک سال پہلے ہیروئن پینے کے جرم میں نکال دیا گیا اور تمھیں پتہ تک نہ چلا۔ تمھارا بیٹا نشہ کرتا رہا، تمھیں معلوم نہ ہو سکا۔ تم نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی سوسائٹی کیسی ہے۔ اس کے دوست کیسے ہیں، تم یہاں ہو، کیا ہو، یہ مال دولت جو تم نے جمع کیا ہے اب تمھارے کس کام آئے گا کیا اتنی دولت تمھارے لیے کافی نہیں تھی کہ اچھے طریقے سے گھر کی دیکھ بھال کر لیتے، اولاد کی تربیت کر سکتے؟ مال و دولت کی کثرت دولت کی محبت میں غرق

اے انسان! تیرا بیٹا نشے کا عادی بن گیا، اس نے اپنی ماں کو قتل کر دیا۔ ایک بے گناہ عورت کا قتل۔ مال آیا، فیملی گئی، ماں قتل، بیٹا جیل میں اور تو مسلسل عذاب میں۔

اور پھر باپ بیٹے کی ملاقات جیل میں ہوئی، وہ منظر بڑا ہی دردناک تھا۔ ہیڈ وارڈن نے دروازہ کھولا، باپ بیٹا آمنے سامنے آئے، کتنے ہی لمحے وہ خاموش کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے یہ ملاقات کس قدر حسرت ناک تھی۔ شاید دونوں سوچ رہے تھے...... گفتگو کا آغاز کہاں سے ہو، کیا بات کریں...... دل و دماغ میں طوفان مچل رہے تھے۔ آخر بیٹے نے اپنی تمام طاقت کو جمع کرتے ہوئے کہا: بیرون ملک سے کب آئے ابو۔''

اس نے مشکل سے کہا۔''دو دن پہلے''

واپس کب جانا ہے۔ بیٹا بولا

شش..........شاید اس ملاقات کے فوراً بعد۔

بیٹے نے ایک حسرت بھری نظر اس پر ڈالی پھر رندھے ہوئے گلے کے ساتھ بولا کہاں جاؤ گے ابو۔''

تمھاری ماں کے پاس۔ باپ پھٹ پڑا۔

پھر بند ٹوٹ گیا۔ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے، دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اس حالت میں بیٹا کہہ رہا تھا، پیارے ابو! مجھے آپ کی آغوش کی ضرورت ہے۔ مجھے سینے سے لگا لیں. ایک مدت سے میری تمنا تھی۔ میں آپ کے پاس بیٹھوں، آپ سے باتیں کروں، جب بھی میں نے آپ سے ملنے کی تمنا کی، آپ کو سفر پر پایا۔ یا آپ اپنی نہ ختم ہونے والی میٹنگوں میں ہوتے، آپ دولت کے پیچھے لگے رہے۔ مجھے بری سوسائٹی مل گئی، غلط دوست مجھے گھیر بیٹھے، جانتے تھے نا......موٹی اسامی ہے، وہ شیطان کے پجاری تھے۔ انھوں نے اپنے گھروں کے دروازے مجھ پر

کھول دیے، پھر میں ان کے رنگ میں رنگ گیا۔ اپنا دین، ایمان، اخلاق، سب کچھ بھول گیا۔ ان گھروں میں ہم نے سارے شیطانی کام کیے۔ آپ کی بے پناہ دولت ان کاموں کے لیے بہت مفید تھی۔ بس میں گناہوں کی دلدل میں پھنستا چلا گیا.......... یہ کہتے ہوئے وہ پل بھر کے لیے رکا۔ اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور پھر کہنے لگا:

ہاں! ابو مجھے اعتراف ہے، میں نے اپنی ماں کو قتل کیا ہے میں مکمل طور پر اپنے ہوش وحواس کھو چکا تھا۔ جب میری ماں کے مقدس جسم سے خون کا فوارہ نکلا تو میرے اوپر خوف طاری ہو گیا۔ پھر جنون طاری ہو گیا اور میں وار کرتا چلا گیا، ہاں ...... مگر میری ماں ہرگز اس سلوک کی مستحق نہیں تھی، کسی صورت میں مستحق نہیں تھی۔ ابو میں رونا چاہتا ہوں، آپ کے سینے سے لگ کر ...... مجھے رونے دیجیے! ابو مجھے یہاں چھوڑ کر نہ جائیں...... کاش اس وقت آپ گھر میں ہوتے تو یہ حادثہ کبھی بھی رونما نہ ہوتا۔

چند لمحوں کے لیے وہ خاموش ہو گیا۔ باپ بت بنا اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا، بیٹے کو کیا جواب دوں، وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو اسے دلاسہ دے سکیں، میں اسے کیا جواب دوں۔ کیا اس سے سلوک کروں۔ محبت اور پیار کا، جس نے میری شریک حیات کو میری پیاری بیوی کو...... جو اس کی ماں تھی، جس نے اسے دودھ پلایا تھا، اس کی پرورش کی تھی۔ جس کے بغیر یہ رہ نہیں سکتا تھا۔ اسے قتل کر دیا تھا؟

ادھر بیٹا تفصیل سنا رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

دو سال پہلے ہیروئن میرے پلے پڑی میرے غلط دوستوں نے کہا اس سے تم اپنے تمام غم اور پریشانیاں بھول جاؤ گے۔ تمھیں جنسی طاقت ملے گی، سرور، کیف، نشہ اور ایک نئی دنیا ملے گی مگر جب میں نے اس کو استعمال کیا تو نتیجہ بالکل الٹ نکلا۔

میں اپنے آپ سے بیزار ہو گیا، مسلسل تھکن اور نیند کے غلبے کا شکار ہو گیا۔قوت ارادی ختم ہو گئی۔ حافظہ کمزور ہو گیا۔ جس میں طاقت ختم ہو گئی۔اپنے بیگانے کی پہچان ختم ہو گئی سوچنے کی طاقت نہ رہی۔ میرے تمام دوست جو اس گندے کھیل میں میرے ساتھ تھے، ان کی حالت مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ انھوں نے تو مجھے اس لیے ہیروئن کے راستے پر ڈالا تھا کہ میں ان کے لیے بھی ہیروئن خرید سکتا تھا۔

ان کے حالات یہ تھے کہ اکثر کے کاروبار ختم ہو چکے تھے۔ ملازم پیشہ اپنی ملازمتوں سے ہاتھ دھو چکے تھے۔ جو کالجوں میں تھے۔انھیں کالجوں سے نکال دیا گیا تھا، بس ہم لوگوں کے سامنے اب لے دے کے ایک ہی ہدف رہ گیا تھا اور وہ ہدف تھا رقم کا حصول، ہیروئن خریدنے کے لیے دولت کی ریل پیل جاری ہے اور بس ! اور اس کام کے لیے میں ان کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

افسوس! میں نے اپنی پیاری ماں کو دھوکا دیا۔ اس سے رقمیں وصول کرنے کے لیے کتنے جھوٹ بولے، وہ بے چاری تو مجھ پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔ میرے جھوٹ کو سچ سمجھتی رہی، میں نے جب بھی اس سے رقم مانگی، اس نے انکار نہ کیا۔اس طرح میں اسے دھوکے پر دھوکا دیتا رہا، گھر کی چیزیں بھی چراتا رہا۔ ان چیزوں کو اپنے دوستوں کے ذریعے فروخت کرتا رہا اور اس طرح ملنے والی رقموں سے ہیروئن خرید کر پیتے رہے۔ ماں مجھ پر اندھا اعتماد کرتی رہی اور وہ میرے ہر جھوٹ کو سچ سمجھتی رہی لیکن آخر...... ایک دن حقیقت کھل کر اس کے سامنے آ گئی، اسے معلوم ہو گیا کہ میں ان رقوم کا کیا کرتا ہوں، وہ بہت ناراض ہوئی مجھ پر بہت بگڑی، پہلے تو مجھے بہت سمجھایا، جب میں نہ سمجھا تو اس نے مجھے دھمکی دی:

میں تمھارے ابو کو یہ بات بتادوں گی۔

میں نے اس کی اس دھمکی کی بھی پرواہ نہ کی اس نے مجھ سے کتنے پیار بھرے

انداز میں کہا تھا۔

تم ہسپتال میں داخل ہو جاؤ، میں وہاں تمھارا علاج کرادوں گی۔

میں نے انکار کردیا، وہ سختی سے علاج کرنے کے لیے کہتی رہی، میں انکار کرتا رہا، وقت کے ساتھ میں نشے کا اور زیادہ عادی ہوتا چلا گیا اور وہ میری اصلاح کی کوشش کرتی رہی وہ چند لمحے کے لیے رکا، پھر کہنے لگا:

جس دن یہ حادثہ ہوا۔ اس روز مجھے اپنے ساتھیوں کے لیے ہیروئن کی ضرورت تھی۔ ان کے پاس ہیروئن ختم ہو چکی تھی اور پیسے بھی نہیں تھے۔ چنانچہ انھوں نے مجھے پیسے لانے کے لیے کہا۔ میں نے والدہ سے ایک ہزار پاؤنڈ مانگے، میں نے جھوٹ بول کر کہا میری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے مگر اسے خوب معلوم تھا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں، چنانچہ رقم دینے سے انکار کردیا۔ اس وقت میرے دماغ میں ایک شیطانی خیال آیا، میں نے والدہ سے کہا: دیکھو! اگر تم مجھے رقم نہیں دوگی تو میں ابو کو بتاؤں گا تمھارے کسی شخص سے (ناجائز) تعلقات ہیں، والدہ کو یہ سن کر سخت طیش آیا وہ چلا اٹھی۔

بے شرم! یہ الزام لگاتے تمھیں شرم نہیں آتی؟ میں تمھاری ماں ہوں۔

اس نے غصے کی حالت میں مجھ پر تھوک دیا۔ اس وقت مجھ پر ہیروئن کا نشہ سوار تھا۔ اس نے جو میرے منہ پر تھوکا تو مجھ پر دورے کی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں نے نشے کی حالت میں محسوس کیا جیسے میری ماں کسی غیر مرد کے ساتھ ہے۔ میرے دماغ میں آیا، اسی بدکار اور خائن عورت کا اس دنیا میں رہنے کا کوئی جواز نہیں۔

اب اسے مرجانا چاہیے یہ موت کی حقدار ہے، اس نے اپنے خاوند سے بیوفائی کی ہے۔ چنانچہ اس خیال کے زیر اثر میں کچن میں گیا، وہاں گوشت کاٹنے والی چھری موجود تھی، میں نے اس کو اٹھالیا، تیزی سے باہر آیا، اس وقت بھی ماں غصے کی حالت

میں بڑبڑا رہی تھی۔ ادھر میں ہاتھ میں چھری لہرا کر بولا۔

فوراً ایک ہزار پونڈ نکال۔"

اس نے پھر انکار کیا، سخت لہجے میں بولی

ہرگز نہیں دوں گی۔

بس اس وقت میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو گئی میں نے چھری کا وار کیا اس پر اور وار کیا، پھر وار کرتا چلا گیا، وہ چیختی چلاتی رہی، مدد کے لیے پکارتی رہی، اس طرح وہ شریف اور پاک باز ماں میرے غلیظ ہاتھوں سے قتل ہو گئی۔ بس ابو یہ ہے کُل کہانی۔"

بیٹے نے یہ دردناک کہانی ختم کی۔ باپ نے نفرت اور غصے کے عالم میں اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، پھر ایک جھٹکے سے اٹھا اور حوالات سے باہر نکل آیا۔ ہیڈ وارڈن نے حوالات کا دروازہ بند کیا تو اس لمحے بیٹا پوری قوت سے چلایا۔

ابو...... ابو! میری بات سنیں، مجھے اکیلا نہ چھوڑیں، مجھے ڈر لگ رہا ہے یہ لوگ مجھے ماریں گے، پھانسی کا پھندہ مجھے اپنے سر پر نظر آ رہا ہے۔

جب باپ نے مڑ کر نہ دیکھا اور کوئی جواب بھی نہ دیا۔ تو وہ پھر پوری قوت سے چلایا۔ ابو اس کہانی کے، اس انجام کے اصل ذمہ دار تم ہو اس سانحے کے ذمہ دار تم ہو...... تم...... اس سانحے کی ذمہ داری تم پر ہے۔ تم ہی ذمہ دار ہو۔

اس طرح نوجوان ماحون اپنی یہ کہانی تمام ملاقاتیوں اور صحافیوں کو سناتا رہا۔ اس سارے معاملے کی ذمہ داری اپنے باپ پر ڈالتا رہا، وہ چلا چلا کر کہتا رہا۔

اس جرم میں میرا والد برابر کا شریک ہے۔ پھر سزا صرف مجھے کیوں دی جا رہی ہے۔ اس نے میری تربیت پر کبھی توجہ نہ دی۔ سبب تو وہ بنا۔

اور پھر نوجوان پر مقدمہ چلانے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ صرف چند دن وہ مکمل

طور پر پاگل ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر حضرات کی رپورٹوں کے بعد اسے پاگل خانے بھجوا دیا گیا۔ پاگل خانے میں جب کوئی اسی کے سامنے آتا وہ اس سے یہی کہتا۔

اس واقعہ سے یہ سبق ملا کہ والد اپنی اولاد کو خود سنبھالے ماں پر ذمہ داری نہ ڈالے۔

دنیاوی زیبائش کو دینی تعلیم پر حاوی کرنے کا انجام:

چند سال پہلے کا واقعہ ہے۔ زرعی یونیورسٹی سے ایک طالبہ علم اور طالب علم کا کالج میں معاشقہ ہو گیا اور سب طلبہ کو علم تھا۔ جب سارے ہی ایسے (کردار والے) ہوں تو پھر کسی کو کوئی شرم و حیا نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ گراؤنڈ میں بیٹھے آپس میں چند ساتھیوں سمیت مجلس عروسی (قائم کی)۔ ایک مولوی صاحب بنے دوسرے باراتی بنے۔ شام کو وہ طالب علم بیوی کے ساتھ گھر چلا گیا، لڑکی والوں نے انتظار کیا، لڑکی نہ آئی۔ والدین پریشان ہوئے۔ صبح کو لڑکی فون کرتی ہے کہ امی پریشان نہ ہونا میں نے شادی کر الی ہے۔ کل کو ہم دونوں گھر آئیں گے۔ والدین دیندار تھے۔ انتہائی پریشان ہوئے اور ایک رشتہ دار کو بچی لانے کو بھیجا۔ لیکن وہ تو آنے کو تیار نہ تھی۔ دونوں گھروں کے بزرگوں نے معاملہ سلجھانے کی کوشش کی۔ ہمارے پاس مدرسہ میں یہ مسئلہ آیا۔ ہم نے کہا یہ نکاح بالکل ناجائز ہے اور یہ طریقہ مسلمانوں والا نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ ولی کے بغیر نکاح درست نہیں۔

« عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٌ نَكَحَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ......

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جونسی عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ نے یہ لفظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔"

بچوں کو عشق سے بچانے کی پوری کوشش کی جائے:

ملتان میڈیکل کالج کے ایک ذہین طالب علم کے بارے میں ایک افسوس ناک واقعہ بھی پیش آیا۔

اس طالب عالم کو ایک زرینہ نامی لڑکی فون کیا کرتی تھی۔ دونوں میں محبت ہوگئی اور مسلسل ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس طالبعلم کا نام اسد تھا۔ اس نے زرینہ سے کئی ملاقاتیں کیں اور اس کے عشق میں کالج سے غیر حاضریوں کی بنا پر خارج کردیا گیا۔ زرینہ کی محبت کی وجہ سے اسے گھر والوں نے بھی اپنے گھر سے نکال دیا۔ جس لڑکی کے عشق میں وہ اس عتاب میں مبتلا ہوا وہ ایک طوائف زادی تھی۔ اس کے باوجود بھی اسد نے زرینہ کے ساتھ شادی کرنے کو اپنا مشن بنالیا اور اس نے پرائیوٹ فرم میں ملازمت کر لی۔

تھوڑی مدت کے بعد زرینہ نے اسد سے دوری اختیار کرنی شروع کردی تو اسد نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو زرینہ نے کہا میں اسد سے محبت کرتی تھی کہ مجھے یقین تھا کہ یہ ڈاکٹر بن کر نہ صرف دولت کمائے گا بلکہ معاشرے میں اعلیٰ مقام بھی حاصل کرے گا (لیکن یہ چیز حاصل نہیں ہوسکی) اس کے نتیجے میں دونوں کے درمیان نفرت ہوئی تو اسد نے خودکشی کرنا چاہی ۔ لیکن اس کے دوستوں نے اسے بچالیا۔ جب زرینہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے اسد کے دوستوں کے اصرار پر جھوٹا عشق کرنے کی حامی بھرلی۔

ایک روز اسد نے زرینہ کو شادی کے لیے کہا تو زرینہ نے کہا کہ شادی کے لیے میری والدہ کو پچاس ہزار کی رقم ادا کرنا ہوگی۔ تو اسد نے زرینہ کی والدہ کی شرط پوری کرنے کے لیے پچاس ہزار کی رقم گھر سے چوری کرکے زرینہ کی والدہ کے حوالے کر دی۔ مگر طوائف زادی رقم حاصل کرنے کے بعد وعدے سے منحرف ہوگئی۔

اس صورت حال نے اسد کو اس قدر دلبرداشت کیا کہ اس نے ریل گاڑی کے نیچے آکر خودکشی کر لی۔

فون پر دوستی لگانے والے غنڈوں سے ہوشیار:

ایک اکمل نامی نوجوان کالج میں زیر تعلیم تھا اس کو نوجوان لڑکیوں کے ساتھ عشقیہ گفتگو کرنے کی عادت تھی۔ ایک روز اس نے پی سی او سے ایک گھر میں شازیہ نامی لڑکی کو فون کیا جو ایک فرم میں ملازمت کرتی تھی اور دونوں نے اپنے فرضی نام رکھے ہوئے تھے اور دیر تک ان کی عشقیہ گفتگو جاری رہی۔ اکمل کو لڑکیوں کو اپنے جال میں پھنسانے کا فن آتا تھا۔ ایک روز اس نے شازیہ کو باغ جناح میں ملاقات کی دعوت دے ڈالی۔ مقررہ جگہ پر دونوں آگئے۔ جب ایک دوسرے پر نظر پڑی تو دونوں کے چہرے شرم سے لٹک گئے کیونکہ وہ دونوں بہن بھائی تھے۔ پتہ چلا ہے کہ اکمل اس روز سے ایسا غائب ہوا کہ اس نے گھر والوں کو اپنی شکل تک نہیں دکھائی وہ کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے کسی کو علم نہیں۔ (انتھی مافی تربیت اولاد)

ہمیں اپنی اولاد خصوصا لڑکیوں کی ٹیلی فون وغیرہ آلات پر کی جانے والی گفتگو پر گہری نظر رکھنی چاہیے تاکہ کہیں ہماری اولاد کسی درندے کا شکار نہ بن جائے یا خود ہماری اولاد درندہ صفت نہ بن جائے۔

انڈے کا چور سولی پر چڑھا دیا گیا:

مجاہدین لشکر طیبہ کے سالانہ مرکزی اجتماع کے موقع پر مرید کے مرکز طیبہ میں اجتماع سننے گئے تھے اور مجاہدین نے ہر خیمے کا ایک امیر مقرر کیا ہوا تھا جو خیمہ کے افراد کو کھانا کھلانے وغیرہ امور میں گائیڈ کیا کرتے تھے اور کھانا کھانے سے پہلے خیمہ کے ساتھیوں کو کچھ وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ہمارے خیمہ کے امیر کوئی عالم دین تھے انھوں نے بچوں کی تربیت کے

موضوع پر ایک مختصر سا درس دیا اپنے درس میں ایک واقعہ سنوایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے کہنے لگے کہ میں نے ایک کتاب میں واقعہ پڑھا کہ:

ایک شخص کہتا ہے کہ میں عدالت میں کوئی کام گیا تو وہاں ایک نوجوان کو دیکھا جو کہ ایک بوڑھی بزرگ عورت کو لاتیں اور گھونسے مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تو دفع ہو جا چلی جا میں تجھ سے بات نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ۔

میں نے اس نوجوان سے پوچھا کہ اے نوجوان !بزرگ عورت کو کیوں مار رہے ہو؟ اس نے حسرت بھرے لہجے میں کہا کہ یہ عورت میری ماں ہے اس کو اس لیے مار رہا ہوں کہ میں ابھی چھوٹا تھا اپنے پڑوسیوں کے گھر سے مرغی کا انڈا چوری کر لایا اور اپنی ماں کو دے دیا اس نے مجھ سے یہ سوال کیے بغیر ابال کر دے دیا کہ تو یہ انڈا کہاں سے لایا ہے؟

جس کی وجہ سے میرے دل میں چوری کی محبت پیدا ہوگئی اور میں خوب چوریاں کرنے لگا حتی کہ میں بڑا ہو گیا میری ماں نے مجھے کبھی ملامت نہ کی آخر کار میں اسلحہ لے کر ایک گھر میں چوری کرنے کی غرض سے داخل ہوا گھر والے جاگ گئے اور مجھے پکڑنے کی کوشش کی تو میں نے فائر کر دیا جس سے گھر کا کوئی فرد قتل ہو گیا اور پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا اور مجھ پر مقدمہ ہو گیا جس کے نتیجے میں مجھے پھانسی کی سزا جج نے سنائی ہے اور یہ میری بد بخت ماں مجھ سے الوداعی ملاقات کرنے آئی اور میں اس کو اس لیے مار رہا ہوں کہ جب میں انڈا چوری کر لایا تھا اس وقت اس نے مجھے کیوں نہ سمجھایا ؟ اگر یہ مجھے اس دن سمجھاتی تو مجھے چوری کی عادت نہ پڑتی.اور جب میں چوری میں ملوث نہ ہوتا تو مجھ سے انسان کا قتل نہ ہوتا جس کے نتیجے میں پھانسی کے پھندے پر لٹک رہا ہوں۔

کسی اجنبی کو منہ بولا بیٹا نہ بنایا جائے

اپنی اولاد کو نیک راستہ کی راہنمائی کریں اور انھیں غلط کاموں اور عادتوں سے بچا کر رکھیں ان شاء اللہ آپ کی اولاد آپ کے مشکل وقت میں کام آئے گی۔

اگر اللہ نے آپ کو اولاد عطا نہیں کی تو پھر کسی اجنبی کو اپنا منہ بولا بیٹا نہ بنا لیں کیونکہ ایک تو اس کے نتائج عموماً غلط نکلتے ہیں دوسرا یہ کہ اللہ نے بھی اس سے منع فرمایا:

﴿ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاءِ هِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَاءَ هُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ ﴾

(الحجرات: ۴،۳)

ایک سرمایہ دار دولت مند شخص نے ایک بچے کو منہ بولا بیٹا بنا لیا جو اس کے گھریلو معاملات کو سنبھالا کرتا تھا۔

ایک رات ان کے گھر میں ایک شخص سرمایہ دار کی بیٹی کی عزت کو داغ دار کرنے کی نیت سے داخل ہوا لیکن گھر والے بیدار ہو گئے تو وہ شخص گھر سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو سرمایہ دار شخص کھوجی کو لایا تا کہ اس کی عزت کے لٹیرے کا سراغ لگایا جائے۔

جب کھوجی آیا گھر والوں نے کھوجی کے لیے ناشتے کا بندوبست کیا اور کھوجی کے سامنے منہ بولے بیٹے نے ناشتہ سامنے لا کر رکھ دیا اور خدمت میں لگ گیا جب کھوجی نے کھانا کھا لیا تو سرمایہ دار شخص نے کہا کہ اٹھو اور مجرم کی کھوج لگاؤ یعنی مجرم کے قدموں کا پیچھا کرو۔

تو کھوجی نے کہا کہ اس کارروائی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مجرم آپ کے گھر

میں موجود ہے۔

سرمایہ دار شخص حیران ہو کر بولا وہ کون ہے؟ کھوجی نے کہا جو شخص میری خدمت پر مامور ہے یعنی آپ کا منہ بولا بیٹا وہی مجرم ہے کیونکہ میں نے اس کی چال اور قدم کو چیک کر لیا ہے۔

چنانچہ جب تحقیق کی گئی تو واقعی وہی منہ بولا بیٹا ہی مجرم نکلا اس کے بعد سرمایہ دار شخص نے اپنے منہ بولے بیٹے کو پکڑا اور خوب مارا پھر پولیس کے حوالے کر دیا۔

(((.................)))

اس طرح کا ایک واقعہ چند سال پہلے مجلّہ الدعوۃ میں رائیونڈ کے حوالے سے چھپا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک اجنبی لڑکے کو منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا اس لڑکے نے اپنے ساتھ ایک دوست کو ملا کر اس شخص کی چھ سالہ بیٹی آمنہ کو تبلیغی اجتماع والے گراؤنڈ میں جو اس وقت ویران پڑا تھا اس میں لے گیا اور کم سن آمنہ کی عزت لوٹی اور پھر مار ڈالا پھر جب والدین نے اپنی بچی کو گم پایا تو تلاش کرنے لگ گئے تو یہ منہ بولا بیٹا بھی تلاش کرنے والوں میں شریک ہو گیا۔

جب والدین کو قاتل کا علم ہوا تو انھیں بہت صدمہ ہوا آخر صدمہ کیوں نہ ہوتا کہ ان کی بیٹی کا قاتل وہ شخص تھا جسے انھوں نے اپنا بیٹا بنایا تھا جسے وہ کھلاتے پلاتے، پہناتے رہے۔

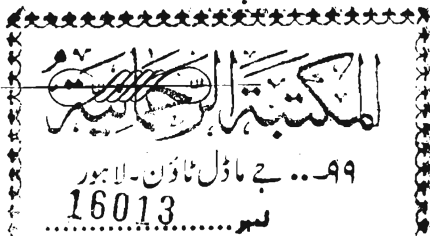
اس طرح کے کتنے واقعات ہیں جو یہ سمجھنے کے لیے کافی ہیں کہ کسی کو منہ بولا بیٹا نہ بنایا جائے اور اپنی اولاد پر گہری نظر رکھنی چاہیے وہ چاہے آمنہ جیسی کم سن ہی کیوں نہ ہو۔



بچوں کو بچپن سے تعلیم کے ساتھ ہنر سکھائیں

موجودہ دور میں اپنے بچوں کو گھریلو کام کاج کرنے کی عادت نہیں ڈالتے عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ابھی یہ بچے ہیں یہ وقت ان کے کام کرنے کا نہیں بلکہ پڑھنے کا ہے پھر والدین کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ ہمارا بچہ سکول میں اچھے نمبر حاصل کر لے اس لیے ان سے کام کروانا غلط تصور کرتے ہیں چنانچہ بچہ سکول سے آئے گا سکول کا کام کرے گا پھر دیوانہ وار کھیل کے میدان میں چلا جائے گا شام کو آئے گا تو کھانے سے فارغ ہو کر ٹی وی وغیرہ کے سامنے بیٹھ جائے گا نہ اسے گھریلو کام کرنے کی فکر اور نہ ہی نماز کا خیال پھر تعجب تو اس پر ہے کہ والدین کو کوئی فکر نہیں ہوتی پھر جب بچہ نکما بے نماز کام چور ہو جاتا ہے پھر والدین چاہتے ہیں کہ بچہ اچھا اور نمازی بن جائے اور کام کرنے لگ جائے لیکن اس وقت تیر کمان سے نکل چکا ہوتا ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا بچہ والدین کا فرمانبردار، نمازی، دیندار، گھریلو کام کرنے والا بنے تو ہمیں بچپن سے ہی ان میں نیکی کا بیج بونا ہو گا ورنہ بعد میں پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا اگر بچوں کی غلطیوں کی اصلاح چھوٹی عمر میں نہ کی گئی تو اس کا انجام صرف والدین نہیں بلکہ معاشرے کے لیے نقصان دہ ہو گا مزید ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور اپنے معمول میں تبدیلی لائیں۔



اولادیں نافرمان کیوں؟



اولاد انسان کے دل کا پھل' آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہوتی ہے۔ انسان اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد اپنی اولاد کے لیے ہی جیتا ہے۔ ایک مومن اور مسلمان ہر وقت نیک اولاد کے لیے دعائیں کرتا رہتا ہے۔ ((رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ))

اے میرے رب مجھے نیک اولاد عطا کر۔

اولاد کی نیکیوں کا صلہ والدین کو دنیا میں نیک شہرت اور وفات کے بعد صدقہ جاریہ کی شکل میں ملتا رہتا ہے۔ لیکن جب اولاد بگڑ جائے تو وہ دل کے لیے ناسور بن جاتی ہے اور ان کی بداعمالیاں والدین کے چین وسکون کو غارت کر دیتی ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اولاد اور مال کو آزمائش قرار دیا ہے۔

((إِنَّمَآ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ)) (طلاق: ۱۴-۱۵)

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر اسے نیکوکار یا بدکار' مومن یا کافر' صالح یا فاسق وفاجر بنانے میں والدین کا سب سے بڑا کردار ہوتا ہے۔ اس لئے والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے معصوم بچوں کی جسمانی تربیت کے ساتھ روحانی اور مذہبی تربیت کا بھی اہتمام کریں تا کہ آگے چل کر وہ اپنے رب کے ساتھ ساتھ والدین کے بھی مطیع وفرماں بردار ہوں۔

دین اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اس نے اپنے ماننے والوں کی زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کی ہے یہ راہنمائی مادی امور میں بھی ہے اور روحانی اُمور میں بھی۔ قرآن مجید اور احادیث رسول میں جابجا اولاد کی نافرمانیوں سے بچاؤ کے لیے اسلامی تربیت کے حوالے سے راہنمائی موجود ہے۔ اور اس سلسلہ میں کئی اہم کتب شائع ہو چکی ہیں مگر ان میں امکانی حد تک ضعیف احادیث موجود ہوتی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کا خاصہ یہ ہے کہ محترم ابو یاسر حفظہ اللہ نے صرف صحیح احادیث اور موجودہ دور کے چشم کشا واقعات کی روشنی میں اولاد کو نیک اور والدین کی آنکھوں کا سرور بنانے کے اصول بیان کیے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد دنیا اور آخرت میں آپ کے لئے فائدہ مند ہو تو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ میں نعمانی کتب خانہ کو اس کتاب کی اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ان کی اس خدمت کو قبول کرے۔ (آمین)

پروفیسر وسیم اکبر شیخ

شعبہ صحافت وابلاغیات گومل یونیورسٹی ڈی جی خان

HA3

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور

7321865

E-Mail: nomania2000@hotmail.com